بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبٰرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین
نذیرا ؕ

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

قرآنی حقائق بیان کرنیوالا انصار اللہ مرکزیہ کا واحد ترجمان

الفرقان

جلد ۳ — نمبر ۲-۳-۴ — فروری / مارچ / اپریل ۱۹۵۳ء

سالانہ چندہ
پانچ روپے

قیمت فی پرچہ
بارہ آنے

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

اُمّتِ محمدیہؐ کا رُکن بننے کی شرط!

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر "صدق" لکھنؤ کا تازہ ترین بیان

"سچی باتیں" کے زیرِ عنوان مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر "صدق" لکھتے ہیں:۔

"سورۃ البراۃ (پ ۱۰) میں ذکر واجب القتل معاندین اسلام کا چلا آرہا ہے۔ اسکے معاً بعد ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ۔ (آیت ۱۱) لیکن یہ (اپنے عقائد کفر سے) باز آجائیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اب یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

یعنی اب اگر یہ لوگ عقائد کفر و شرک سے اپنی تبری کا اظہار کردیں اور مسلمانوں کے سے کام کرنے لگیں تو اعتبار ان کے ظاہر کا کرلیا جائے گا اور اُن کے دل میں جو کچھ بھی ہو بہر حال یہ اسلامی برادری کے جزو سمجھ لئے جائیں گے اور معاملہ ان کے ساتھ مسلمانوں ہی کا سا کیا جائے گا۔ ان کے پچھلے جرائم عہد شکنی وغیرہ پر نظر نہیں کی جائے گی۔

جصاص رازیؒ کی احکام القرآن میں ہے:۔

یدل علی ان من اظہر لنا الایمان واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ فعلینا موالاتہ فی الدین علی ظاہر امرہ مع وجود ان یکون اعتقادہ فی الغیب علی خلافہ۔

یہ اس کی دلیل ہے کہ جو کوئی ہمارے سامنے ایمان کا اظہار کرے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے تو ہمارے اوپر واجب ہے اس کے ظاہر کی بناء پر اس سے دینی موالات کرنا باوجود اسکے کہ اسکے اصل عقیدے اس کے خلاف ہی ہوں۔

بلکہ اسی آیت سے تو اہلِ قبلہ کے قتل کی حُرمت کا استنباط کیا گیا ہے۔ رُوح المعانی میں ہے:۔

وبہا استدل علی تحریم دماء اھل القبلۃ وروی ذلک عن ابن عباس۔

اور اسی آیت سے اہلِ قبلہ کی حرمتِ قتل پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ ابن عباس سے بھی منقول ہے۔

آیت اپنے مقصود میں بالکل واضح ہے۔ اس نے بالکل صاف کردیا کہ جو کوئی بھی اعمال ظاہری مسلمانوں کے سے بجالائے یا انکی فر کا اقرار کرے اب وہ مسلمان ہی سمجھا جائیگا خواہ اسکے پچھلے جرا کیسے ہی ہوں۔ اور اب بھی اسکے دل میں کچھ ہی ہو ـــ اُمّت ایک رکن بن جانے اور اسلامی برادری میں شمول کے لئے بس اسی قد کافی ہے۔ اور جن لوگوں نے مطالبہ اس سے زائد کا بطور لاز جزو کے کیا ہے انہوں نے کام محض تعمق و تشدد سے لیا ہے"

(نوائے وقت لاہور۔ ۳ مئی ۱۹۵۳ء)

ضروری اطلاع | غیر معمولی حالات کی وجہ سے گذ ماہ محدود تعداد میں صرف چار صفحات پر الفرقان شائع تھا۔ موجودہ پرچہ فروری، مارچ اور اپریل کا پرچہ سمجھا جائے

ـــ مینیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۳ | جمادی الثانیہ و رجب و شعبان ۱۳۷۲ھ | الفرقان | فروری، مارچ، اپریل ۱۹۵۳ء | نمبر ۲-۳-۴

فہرست مضامین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۳ | جمادی الثانیہ شعبان ۱۳۷۲ھ | الفرقان | فروری مارچ اپریل ۱۹۵۳ء | نمبر ۲، ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کی قرآنی پیشگوئی!

جماعتِ احمدیہ کا بنیادی اور مرکزی عقیدہ!!

ڈاکٹر اقبال بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جمالی بعثتِ ثانیہ کے قائل تھے!!!

باز در عالم بیار ایامِ صلح
جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح (اقبال)

(۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ (سورہ جمعہ آیت ۲، ۴)

ترجمہ۔ اللہ ہی نے ان اُمّی عربوں میں اپنا عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا ہے، وہ ان کو آیاتِ الٰہیہ سناتا ہے، ان کا تزکیہ نفوس کرتا ہے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یہ لوگ پیشتر ازیں واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔ پھر یہی ان صحابہؓ کے دوسرے گروہ میں جو ہنوز ان سے نہیں ملے مبعوث ہوگا۔ ان کو بھی اسی طرح تعلیم کتاب و حکمت دیگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان فضل ہے جسے چاہیگا عطا فرمائے گا اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ (۱) عرب کے اُمّی لوگوں میں ہونیوالی بعثت (۲) صحابہ کی دوسری جماعت میں آخری زمانہ میں ہونے والی بعثت۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الفتح میں فرماتا ہے۔ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ

الزَّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جو لوگ ان کے ساتھی (صحابہ) ہیں وہ کافروں پر گراں ہیں۔ وہ باہم بہت رحمدل ہیں تو اُن کو اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی رضا کی جستجو میں رکوع و سجود میں مشغول پائے گا۔ ان کے چہروں پر اطاعت کے آثار موجود ہیں۔ تورات میں اُن کی صفات اسی طرح مذکور ہیں۔ ہاں انجیل میں آنحضرت کے صحابہ کی حالت اس کھیتی کی مانند بیان ہوئی ہے جو پہلے اپنی کونپل نکالتی ہے اور اسے تقویت دیتی ہے پھر وہ مضبوط ہو کر اپنے تنے پر قائم ہوجاتی ہے۔ یہ کھیتی کسان کے لئے خوشی کا موجب بنتی ہے۔ ان صحابہ کے وجود سے بھی اللہ تعالیٰ کفار کے غیظ و غضب کو بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے آخر تک ایمان و عمل صالح بجا لانے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔"

اِن آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تورات اور انجیل کی پیشگوئی کے مطابق دو قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ (۱) قسم اوّل اُن صحابہ کی ہے جو جلالی دَور کے باعث "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کے مصداق ہیں۔ (۲) قسم دوم اُن صحابہ کی ہے جو جمالی دَور کی وجہ سے "كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ" کی مانند ہیں۔ ان کا آغاز نہایت کمزور حالت میں ہوگا اور وہ تدریجاً طاقت حاصل کریں گے۔

اِن دو جماعتوں کا ذکر ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (الواقعہ آیت ۳۹-۴۰) میں بھی ہوا ہے۔ کہ ایک اعلیٰ جماعت پہلے لوگوں میں سے ہوگی اور دوسری اعلیٰ جماعت پیچھے آنے والوں میں سے ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:-

"هُمَا جَمِيْعًا اُمَّتِيْ"

وہ دونوں میری اُمّت ہیں (اتقان)

احادیث نبویہ میں اپنی دونوں بعثتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

(الف) مَثَلُ اُمَّتِيْ مثل المطر لا یدری اوّله خير ام آخره۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۸۳)

کہ میری اُمّت کی مثال اُس بارش کی ہے جس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اس کا پہلا حصہ زیادہ مفید اور بابرکت ہے یا آخری حصہ۔

(ب) انه سيكون فی آخر هذه الامّة قومٌ لهم مثل اجر اوّلهم یامرون بالمعروف وینهون عن المنكر ویقاتلون اهل الفتن۔ رواہ البیہقی۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۸۴)

کہ اُمّتِ محمدیہ کے آخری حصہ میں ایک جماعت ہوگی انہیں پہلے صحابہ کی مانند اجر ملے گا وہ امر بالمعروف کریں گے اور منکر سے منع کریں گے

... اور اہلِ زمین سے مقابلہ کریں گے۔

الغرض قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے لئے انوارِ محمدیہ کو جاری رکھا ہے اور خاص طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بعثتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۂ جمعہ کی آیات کے نزول کے موقعہ پر وآخرین منھم لما یلحقوا بہم کے بارے میں استفسار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان الفارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔ لو کان الایمان عند الثریا لنالہٗ رجل من ھؤلاء (بخاری کتاب التفسیر) کہ اگر ایمان آسمان پر بھی چلا گیا ہوگا تو اِن فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک مرد اسے واپس لے آئے گا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دوسری بعثت جس کا وآخرین منھم لما یلحقوا بھم سے تعلق ہے ایسے زمانہ میں ہوگی جب ایمان اُٹھ چکا ہوگا اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔

(۲)

جماعت احمدیہ اس امر کی قائل ہے کہ اب تمام نبوتیں ختم ہو چکی ہیں، سب رُوحانی باغ خشک ہو گئے ہیں صرف حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت باقی ہے اور آپ کے شجرۂ طیبہ کے اثمارِ طیبہ جاری ہیں۔ چنانچہ اس آخری دور میں ہمارے عقیدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ ہی جلوہ گر ہوئی ہے۔ اسی بناء پر احمدیت کا ظہور ہوا ہے نہ کوئی نئی نبوت ہے اور نہ ہی کسی نئے سلسلہ کا آغاز ہوا ہے۔ اب حل طلب سوال صرف یہ ہے کہ آیا قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ مقدر تھی تا اس سے اُمتِ محمدیہ کی نشأۃِ ثانیہ ہو سکے؟ قرآن مجید کی تصریح اور احادیث کی وضاحت کا ہم سطور بالا میں مجمل ذکر کر چکے ہیں۔ اب ہم ذیل میں اس کے متعلق علامہ اقبال کے خیالات بیان کرتے ہیں تا وہ لوگ جو علامہ موصوف کے افکار کو قابلِ قدر سمجھتے ہیں ان پر غور کر سکیں۔

ڈاکٹر اقبال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزی ظہور کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"مرزا غالب کے اِس شعر کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
رحمۃً للعالمینے ہم بود

حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو رحمۃ للعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے۔ اِس صورت میں کم از کم محمدیت کے لئے تناسخ یا بروز لازم آتا ہے۔" (مکاتیب اقبال حصہ اوّل صـ۱۱ مکتوب بنام سیّد سلیمان ندوی)

علامہ اقبال کے کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِس پُر آشوب زمانہ میں ایک عظیم الشان مصلح کیلئے چشم براہ تھے اور انہیں اس حقیقت کا پوری طرح احساس

تھا کہ اِس ظلمت کدہ کو منوّر کرنے کے لئے آسمانی مہدی
کا ظہور ضروری ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل
کی گہرائیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ
کے لئے سراپا تمنا تھے۔ لکھتے ہیں ؎

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ
(ضربِ کلیم صـ۷)

اِسی ابراہیم کو دوسرے شعر میں مہدی قرار دیا ہے ؎

اے وہ کہ تو مہدی کے تخیّل سے ہے بیزار
نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
(ضربِ کلیم صـ۵۶)

اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت کا بیان علامہ اقبال کے ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے۔

علماء کے متعلق کہا ہے ؎

شیخ در عشقِ بتاں اسلام باخت
رشتۂ تسبیح از زنار ساخت
(اسرار و رموز صـ۹۷)

مولوی بیگانہ از اعجازِ عشق
ناشناسِ نغمہ ہائے سازِ عشق
(اسرار و رموز صـ۹۷)

واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست
اعتبارِ ملّتِ بیضا شکست
واعظِ ما چشم بر بتخانہ دوخت
مفتیٔ دینِ مبیں فتویٰ فروخت

چیست یاراں بعد ازیں تدبیرِ ما
رُخ سُوئے میخانہ دارد پیرِ ما
(اسرار و رموز صـ۹۷)

عام مسلمانوں کے متعلق لکھا ہے ؎

شور ہے ہو گئے دُنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
(بانگِ درا صـ۲۲۶)

اقبال نے مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے تقاضا کو ایک شعر میں کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ لکھتے ہیں ؎

مسلم از سرِّ نبیؐ بیگانہ شد
باز ایں بیت الحرم بتخانہ شد
(اسرار و رموز صـ۱۹۲)

(۳)

مسلمانوں کی زبوں حالت اور دُنیا کے فسادات اور ہنگاموں پر نظر کرتے ہوئے اقبال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کیلئے دردمندانہ اپیل کی ہے۔ کہتے ہیں ؎

اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا
اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا
رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو
در سوادِ دیدہ ہا آباد شو
... ...

شورشِ اقوام را خاموش کن
نغمۂ خود را بہشتِ گوش کن
خیز و قانونِ اخوّت ساز دہ!
جامِ صہبائے محبت باز دہ!
باز در عالم بیار ایامِ صلح
جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح

(اسرار و رموز ص۱۵)

اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اِس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں"

(مکاتیبِ اقبال جلد ا ص۱۴)

ڈاکٹر اقبال کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے بعض مغربی مصنفوں نے لکھا کہ اقبال نے اپنی نظموں میں جسمانی قوت کو منتہائے آمال قرار دیا ہے (جیسا کہ آج بھی بعض پاکستانی نوجوان خیال کرتے ہیں) اِس اعتراض کی تردید میں ڈاکٹر اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک مفصل مکتوب تحریر کیا۔ اس میں لکھتے ہیں:-

"مسٹر ڈکنسن کے نزدیک مَیں نے اپنی نظموں میں جسمانی قوت کو منتہائے آمال قرار دیا ہے (انہوں نے مجھے ایک مکتوب لکھا ہے جس میں یہی خیال ظاہر کیا ہے) انہیں اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ مَیں روحانی قوت کا تو قائل ہوں لیکن جسمانی قوت پر یقین نہیں رکھتا۔ جب ایک قوم کو حق وصداقت کی حمایت میں دعوتِ پیکار دی جائے تو میرے عقیدے کی رُو سے اس دعوت پر لبیک کہنا اُس کا فرض ہے۔ لیکن مَیں اُن تمام جنگوں کو مردود سمجھتا ہوں جن کا مقصد محض کشور کشائی اور مُلک گیری ہو۔

مسٹر ڈکنسن نے صحیح فرمایا کہ جنگ خواہ حق وصداقت کی حمایت میں ہو۔ خواہ ملک گیری اور فتح مندی کی خاطر تباہی اور بربادی اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لیے اس کے استیصال کی سعی کرنا چاہیئے لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ معاہدے، لیگیں، پنچائتیں اور کانفرنسیں استیصالِ حرب نہیں کر سکتیں۔ اگر اس سعی میں ہمیں پیش از پیش کامیابی ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ طلل مستقر جن ملتوں کو تمدن اور تہذیب میں اپنا ہمسر نہیں سمجھتیں انہیں اپنے سہامِ جور و تعدی کا شکار بنانے کے لئے زیادہ پُر امن وسائل تیار کر لیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشری مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے۔ ہمارے تنازعات کا فیصلہ کرے اور بین الملّی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کرے۔ پروفیسر میکنزی کی

کتاب "انٹروڈکشن ٹو سوشیا لوجی" کے یہ دو آخری پیراگراف کس قدر صحیح ہیں میں انہیں یہاں لفظ بہ لفظ نقل کر دیتا ہوں۔

"کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراجِ کمال پر نہیں پہنچ سکتی۔ اور اس غرض کیلئے محض عرفان اور حقیقت کی آگاہی کافی نہیں۔ بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے۔ جسے یوں کہنا چاہیئے کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے ہم نور و حرارت دونوں کے محتاج ہیں۔ غالباً عہدِ حاضرہ کے معاشری مسائل کا فلسفیانہ فہم و ادراک بھی وقت کی اہم ترین ضرورت نہیں۔ ہمیں معلم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی۔ ہمیں آج رسکن یا کارلائل یا ٹالسٹائی جیسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ضمیر کو زیادہ متشدد اور سخت گیر بنانے اور فرائض کے دائرے کو زیادہ وسیع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے ...... یہ قول صحیح ہے کہ عہدِ حاضرہ کے پیغمبر کو محض "بیابان کی صدا" نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ عہدِ حاضرہ کے "بیابان" آباد شہروں کے گلی کوچے ہیں۔ جہاں ترقی کی مسلسل و پیہم جدوجہد کا بازار گرم ہے۔ اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ہنگامہ زار میں وعظ و تبلیغ کرے۔

غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہدِ نو کے شاعر کی ضرورت ہے۔ یا ایک ایسے شخص کا وجود ہمارے لئے مفید ثابت ہوگا جو شاعری اور پیغمبری کی دوگونہ صفات سے متصف ہو۔ عہدِ ماضی کے شاعروں نے ہمیں فطرت سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے ہمیں اس قدر ژرف نگاہ بنا دیا ہے کہ ہم مظاہر فطرت میں انوارِ ربانی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم ابھی ایک شاعر کے منتظر ہیں جو ہمیں اسی وضاحت کے ساتھ پیکرِ انسانی میں صفاتِ الٰہی کے جلوے دکھا دے۔ ہائنے نے ازراہِ تفنن اپنے آپ کو روح القدس کا سپاہی کہا تھا۔ ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے جو درحقیقت روح القدس کا سپاہی ہو جو اس حقیقت پر ہماری آنکھیں کھولدے کہ ہمارے بلند ترین نصب العین روزمرہ کی زندگی میں پورے ہو رہے ہیں۔ اور اگر اس زندگی کو ترقی دینے کی سعی کی جائے تو ہمیں محض راہبانہ ریاضت اور نفس کشی ہی کا موقع نہیں ملے گا بلکہ ایسا ارفع و اعلیٰ مقصد حاصل ہو جائے گا جو تمام خیالات تمام جذبات اور تمام مسرتوں کو ترقی کے بلند مقام پر پہنچا سکتا ہے۔"

انگریزوں کو چاہیئے کہ اس نوع کے خیالات

کی روشنی میں انسانِ کامل کے متعلق میرے افکار کا مطالعہ کریں۔ ہمارے عہد نامے اور پنچائتیں جنگ و پیکار کو صفحہ ہستی سے محو نہیں کر سکتیں۔ کوئی بلند مرتبہ شخصیت ہی اِن مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ اور اس شعر میں مَیں نے اسی کو مخاطب کیا ہے۔

باز در عالم بیار ایامِ صلح
جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح

(مکاتیب اقبال جلد ا صفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۲)

(۴)

اس طویل اقتباس میں ڈاکٹر اقبال نے جتنے اعترافات کئے ہیں وہ حق پسند اہلِ فکر کے لئے خاص توجہ کے قابل ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ:-

(۱) وہ روحانی قوت کے تو قائل ہیں لیکن جسمانی قوت پر انہیں یقین نہیں۔

(۲) وہ مُلک گیری کے مقصد کے ماتحت آنے والی تمام جنگوں کو مردود سمجھتے ہیں۔

(۳) وہ ایسی رُوحانی شخصیت کے منتظر ہیں جو تمام تنازعات کا فیصلہ کرے۔

(۴) وہ پروفیسر میکنزی کے الفاظ میں ایک پیغمبر اور مسیح کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

(۵) اقبال کے نزدیک اس دَور میں ایسے انسانِ کامل کی حاجت ہے جس کی بلند مرتبہ شخصیت دُنیا کو پھر امن و صلح کا پیغام دے۔

اقبال کے اِن بیانات سے مسئلۂ جہاد کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے اور انسانِ کامل کے ظہور کے بارے میں بھی ان کے خیالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ مسئلۂ جہاد کے ذکر پر اسی خط کے مندرجہ ذیل فقرات بھی گہری دلچسپی کے مستحق ہیں۔ اقبال لکھتے ہیں کہ:-

”مجھے اِس حقیقت سے انکار نہیں کہ مسلمان بھی دوسری قوموں کی طرح جنگ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے بھی فتوحات کی ہیں۔ مجھے اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ ان کے بعض قافلہ سالار ذاتی خواہشات کو دینِ مذہب کے لباس میں جلوہ گر کرتے رہے ہیں۔ لیکن مجھے پُوری طرح یقین ہے کہ کشور کشائی اور مُلک گیری ابتداءً اسلام کے مقاصد میں داخل نہیں تھی۔ اسلام کو جہاں ستانی اور کشور کشائی میں جو کامیابی ہوئی ہے میرے نزدیک وہ اس کے مقاصد کے حق میں بے حد مضر تھی۔ اس طرح وہ اقتصادی اصول نشو و نما نہ پا سکے جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیثِ نبوی میں جا بجا آیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی لیکن ساتھ ہی ان کے سیاسی نصب العین پر غیر اسلامی رنگ چڑھ گیا اور انہوں نے اس حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں کہ اسلامی اصولوں کی گہرائی کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔“ (مکاتیب اقبال جلد ا صفحہ ۴۷۰-۴۷۱)

تفسیر القرآن المجید

قرآنی حقائق و معارف کا خزانہ

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے درس القرآن کے مختصر نوٹ!

[قرآن مجید کے علوم و معارف کے طالبوں کو **بشارت** ہو کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء سے مسجد مبارک ربوہ میں قرآن مجید کے درس کا آغاز فرمایا ہے۔ یہ درس سورۃ مریم سے شروع ہوا ہے۔ الفرقان یہ **سعادت** حاصل کر رہا ہے کہ اس درس کے **ضروری نوٹ** مختصر طور پر اپنے الفاظ میں باقاعدہ شائع کرتا رہے۔ اس طرح قارئین کرام اس مبارک درس کا مفید خلاصہ ماہ بماہ بالالتزام مطالعہ کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ ---- (ایڈیٹر)]

سُورۃ مریم ع

سورۃ مریم کا زمانہ نزول | یہ سورۃ مکی زندگی کے اوائل میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے بعد چوتھے سال کے آخر میں یا پانچویں سال کے شروع میں نازل ہوئی ہے۔ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ہجرت حبشہ کے مہاجرین کو واپس لانے کے لئے قریش مکہ نے جو وفد نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا تھا اُس نے نجاشی اور اس کے درباریوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف بھڑکانے کے لئے کہا تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے اور ان کی توہین کرتے ہیں۔ اس موقع پر ان صحابہؓ کے امیر حضرت جعفرؓ نے دربار میں سورۃ مریم کا پہلا حصہ پڑھ کر سنایا جس سے حضرت مسیحؑ کے بارہ میں اسلامی عقیدہ ظاہر ہوتا تھا۔ اس واقعہ سے بالبداہت ثابت ہے کہ یہ سورۃ ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ میرے نزدیک اس سورۃ کا زمانہ نزول سنہ ۴ نبوت کا آخر یا سنہ ۵ نبوت کا شروع ہے۔

سورۃ مریم کا مضمون | اس سورۃ میں عیسائیت کی حقیقت بیان کی گئی ہے نیز موجودہ عیسائیت کے غلط عقائد کی تردید کر کے عیسائیوں سے مقابلہ کے لئے اصولی تعلیم پیش کی گئی ہے۔ اس سورۃ کا مضمون سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف کے تسلسل میں ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں یہودیوں کی دو تباہیوں کا ذکر تھا جن میں سے پہلی تباہی تو حضرت مسیحؑ سے کافی عرصہ پہلے واقع ہوئی مگر دوسری تباہی کا سلسلہ حضرت مسیحؑ سے کچھ قبل شروع ہوا اور آپ کی بعثت کے بعد تک ممتد رہا۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف میں اصحاب الکہف کا ذکر فرمایا اور پھر عیسائیت کے مادی عروج کو تفصیلاً بیان فرمایا۔ اسی تسلسل میں اب سورۃ مریم میں مجملاً عیسائیت کے مقابلہ کا طریق بتایا گیا ہے۔

ایک پیشگوئی | آنحضرت صلی اللہ علیہ

ہوتا ہے مشرکین سے تھا اسلئے مکی سورتوں میں عموماً مشرکین کے نظریات کی تفصیلی تردید ہوتی رہتی ہے۔ سورۂ مریم وہ پہلی مکی سورۃ ہے جس میں تفصیل سے ردِ عیسائیت کیا گیا ہے لیکن مکہ کے آخر میں یکایک اس تبدیلی سے یہ بتانا مقصود تھا کہ اب بہت جلد مسلمانوں کو عیسائیوں سے تفصیلی گفتگو کرنے کے موقعے پیش آئیں گے اور ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ایسے موقع پر کونسا طریق اختیار کرنا چاہئیے۔ گویا اس سورۃ کے مضمون اور اسکے اسلوبِ بیان میں صاف طور پر پیشگوئی کر دی گئی تھی کہ مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑے گی اور ان کا واسطہ اب براہِ راست عیسائیوں سے پڑیگا۔ اس طرح اس سورۃ میں ہجرتِ حبشہ کی صریح خبر دی گئی تھی۔

قرآن کریم کے اس لطیف انداز کو ہمارے مفسرین نے بالعموم نہیں سمجھا لیکن یہ استدلال بعض مستشرقین کو ضرور کھٹکی ہے اسی لئے انہوں نے ناکام کوشش کی ہیں کہ سورۂ مریم کو ہجرت حبشہ کے بعد نازل ہونیوالی سورۃ ثابت کریں

کہٰیٰعص کے معنے حضرت ام ہانی رضؓ سے مروی ہے کہ ک سے مراد کافی ہے اور ھ سے مراد ھادی ہے ع سے علیم مراد ہے اور ص صادق کا مختصر ہے یا حرفِ ندا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے ان حروف کے معانی قدرے مختلف مروی ہیں لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ حروف صفاتِ الٰہیہ کا اختصار ہیں۔ حضرت اُمّ ہانی رضؓ کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اسلئے اسے ترجیح [illegible]

[illegible] یا حرف ندا [illegible] ہوتا ہے [illegible] کافی [illegible] اور ہدایت دینے والا

ہے۔ یہ مضمون عقل اور بائیبل کے بیانات سے بھی ثابت ہے کیونکہ جس ذات کو انسانی ضروریات کا پورا علم ہوگا وہی ان ضروریات کو پورا کرنیکے قابل ہوگی اور وہی کافی ہوگی۔ اور جو صادق خدا ہے وہ انسان کو مخلصی دے سکتا ہے اور اسی کے وعدہ سے نجات حاصل ہوگی۔ پس صفتِ علیم کا ظہور اسکے کافی ہونے سے ہوتا ہے اور صفتِ صادق کا پتہ اسکے ہادی ہونے سے لگتا ہے جب اللہ تعالیٰ ہی علیم کل ہونے کے باعث کافی ہے تو کسی دوسرے یا تیسرے خدا کی کیا ضرورت ہے۔ اور جب خدا ہی صادق ہمیں نجات اور مخلصی بخشنے والا ہے تو مسیحی کفارہ کا عقیدہ خود بخود باطل ہوگیا۔ اس طرح سے سورۂ مریم کے اس مقطع میں اصولی طور پر عیسائیت کے بنیادی عقائد تثلیث اور کفارہ کی تردید موجود ہے

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّاه	یہ خبر ہے اور اس کا مبتدا "هٰذَا" محذوف ہے۔

معنی یہ ہوں گے کہ یہ تیرے رب کے اپنے بندے زکریا پر رحمت کرنے کا بیان یا یاد دہانی ہے۔ ذِکر ایسی یاد دہانی کو کہتے ہیں جس سے مخاطب کو خاص توجہ دلائی جاتی ہے۔ رَبِّكَ کا لفظ رکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ وہ رحمت اب تیرے بڑھانے کیلئے بروئے کار آ رہی ہے۔ حضرت یحییٰؑ حضرت مسیحؑ کے لئے بطور ارہاص تھے اور حضرت مسیحؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارہاص مقرر کیا گیا تھا کیونکہ حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش میں واضح اشارہ تھا کہ اب آئندہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں آئیگا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ان کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے آئیگا

عبدہٗ کے لانے کی حکمت عربی زبان کے لحاظ سے "ذِکْر

"رَحْمَتِ رَبِّكَ زَكَرِيَّا" سے مفہوم واضح ہو جاتا تھا اسلئے سوال ہوتا ہے کہ درمیان میں عَبْدَهٗ لانے کی کیا حکمت ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہے اور اسکی رحمت دو طرح ہوتی ہے۔ (۱) انسان کے عمل یا اس کی نیکی کے بغیر ہونیوالی رحمت صفتِ رحمانیت کے ماتحت ہوتی ہے (۲) انسان کی نیکی اور اسکی اہلیت کی بناء پر ہونیوالی رحمت صفتِ رحیمیت کے ماتحت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت میں عَبْدَهٗ کا لفظ رکھ کر واضح فرما دیا کہ ہم نے زکریا کو اس خاص رحمت سے نوازا جو نیکوکاروں کو ملتی ہے وہ چونکہ ہمارا اطاعت گزار بندہ تھا اور ہمارے احکام کی تعمیل کرنیوالا تھا اسلئے ہم نے اس پر یہ رحمت کی۔ گویا عبدہٗ کا لفظ حضرت زکریاؑ کے استحقاقِ رحمت کے ذکر کیلئے بیان ہوا ہے

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ○

اس میں اس رحمت کے ظہور کا موقع اور محرک بیان ہوا ہے۔

فرمایا کہ ہم نے زکریاؑ کو اس وقت اس رحمت سے نوازا جب اس نے ہمارے سامنے اپنے سربستہ راز کو کھولتے ہوئے دُعا کی۔ لفظ نِدَا بلند آواز سے پکارنے اور محض بلانے کیلئے آتا ہے۔ خَفِيًّا کے لفظ سے متعین ہو گیا کہ اسجگہ بلند آواز سے پکارنے کے معنے نہیں ہیں بلکہ اپنی دبی ہوئی دیرینہ آرزو کے بیان کرنے کے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا

حضرت زکریاؑ نے اسجگہ اپنی ظاہری اور جسمانی کمزوری کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ اور سر کے بال سفید ہو کر چمکنے لگ گئے ہیں۔ بال جب سفید ہونے لگتے ہیں تو پہلے ان کی سیاہی زائل ہوتی ہے۔ مگر جب بال سفید ہو جاتے ہیں تو ان پر اشتعل الراس شیبًا صادق آتا ہے۔

وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ○

لفظ دُعا مصدر ہے اسجگہ اسکے دو معنے ہیں

(۱) میں تجھے پکار کر کبھی ناکام اور بے مراد نہیں رہا۔

(۲) چونکہ تو نے اپنے الہام و کلام سے مجھے نوازا ہے اسلئے میں اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتا۔

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ

مجھے اپنے بعد اپنے چچازاد بھائیوں وغیرہ رشتہ داروں سے ڈر ہے یعنی وہ میری وفات کے بعد گدی قائم کر کے دین کو مسخ کر دیں گے۔ اَلموالی کا لفظ مولیٰ کی جمع ہے جسکے کئی معنے ہوتے ہیں۔ اسجگہ چچازاد بھائی اور رشتہ دار کے ہیں۔

وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا

میری بیوی بانجھ ہے۔

عَقْر کے لفظی معنے زخمی کرنے اور کاٹ دینے کے ہیں۔ عَاقِر اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس سے بچہ پیدا نہ ہو سکے۔ حضرت زکریاؑ نے عرض کیا کہ میری ضرورت بوجی ہے مگر حالات سارے نامساعد ہیں۔ صرف تیرے فضل پر اُمید ہے۔

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ○

پس، اے خدا! تو اپنی جناب سے مجھے ولی عطا فرما جو میرے عقائد و خیالات اور اخلاق کا وارث ہو اور وہ آلِ یعقوب کے سلسلے کو قائم کرنیوالا ہو اور وہ تیرے ہاں بھی پسندیدہ اور مقبول ہو۔ لفظ وَلِيّ ولایت سے بنا ہے جس کے معنے دوست، مددگار اور ہم عقیدہ و ہم خیال کے ہوتے ہیں۔ حضرت زکریاؑ کے دل میں بچے کی خواہش

[illegible] ہو۔ کیونکہ نظر تھی۔ انہوں نے [illegible]
دعا کی۔ وہ بچہ صحیح عقائد والا ہو۔ میرے مسلک کا وارث
کر، تم کرنے والا ہو۔ اور آلِ یعقوب کے روحانی سلسلہ کا وارث ہو
اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہو۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی | اے زکریا! ہم تجھے ایک غلام کی بشارت
دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ لفظ غلام ولادت سے لیکر
کہولت (ادھیڑ عمر) تک پر حاوی ہے۔ اسمیں بشارت تھی کہ لڑکا
ہوگا اور وہ زندہ رہیگا اور ادھیڑ عمر تک پہنچیگا۔ اسمہ یحییٰ
اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ یعنی ہم نے اس کا یہ نام مقرر کر دیا ہے تو
بھی اس کا یہی نام رکھنا۔ اسمیں حضرت یحییٰ کے زندہ رہنے اور
عمر پانے والا مرد کا ہونیکی طرف اشارہ ہے۔ شہداء چونکہ ہمیشہ
کیلئے زندہ ہوتے ہیں اِسْمُهٗ یَحْیٰی میں ان کی شہادت کی طرف
بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا | ہم نے اس سے
پیشتر اس کا ہم صفات کسی کو نہیں بنایا۔ لفظ سَمِیًّا کے ایک
معنے ہم نام کے بھی ہیں مفسرین نے اسجگہ ہمنام ہی ترجمہ کیا ہے۔

پادریوں کا اعتراض | مفسرین کے اس ترجمہ کو لے کر
پادریوں نے اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ محمد صاحب
نے کسی سے انجیلی فقرہ "تیرے کنبے میں کسی کا یہ نام نہیں" (لوقا ۱/۶۱)
سن لیا ہوگا اسلئے (نعوذ باللہ) انہوں نے غلط طور پر لَمْ
نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا قرآن میں درج کر دیا۔ پادری
کہتے ہیں کہ یوحنا اور یوحنان نام والے پہلے بھی کئی گزر چکے ہیں
(دیکھو ۲-سلاطین ۲۵/۲۳، تواریخ ۳/۱۵، عزرا ۸/۱۲)

پادریوں کے اعتراض کا جواب | پادریوں کا اعتراض سراسر
غلط ہے۔ اول تو ان کے اعتراض کی بنیاد اس ترجمہ پر ہے جو
مفسرین نے عام طور پر کیا ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں سمی ہم صفات
کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ اور اسجگہ میرے نزدیک یہی معنے مراد ہیں
اسلئے اصل لفظ کے صحیح معنے کے لحاظ سے تو یہ سوال پیدا ہی نہیں
ہوتا۔ دوسرے اگر مفسرین والا ترجمہ بھی مانا جائے تب بھی پادریوں
کا اعتراض باطل ہے۔ اس اعتراض کا جواب قرآن مجید کے الفاظ
میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے لم نجعل له من
قبل سمیًّا کہ ہم نے اس سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا۔ یہ تو
نہیں فرمایا کہ کسی کے ماں باپ نے بھی اپنے بچے کا نام یحییٰ نہیں رکھا۔
ظاہر ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کے نام رکھا ہی کرتے ہیں انکے
نام رکھنے اور خدا کے نام رکھنے میں عظیم الشان فرق ہے۔
پادریوں نے جو حوالے پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں یہ ذکر نہیں
کہ خدا نے کسی کا نام یحییٰ رکھا تھا پس پادریوں کا اعتراض عام
ترجمہ کے رو سے بھی غلط اور باطل ہے۔ اور یہ تو میں ذکر
کر چکا ہوں کہ آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے یحییٰ کی صفات
میں ان کا مشابہ نہیں بنایا۔ اس ترجمہ کے رو سے عیسائیوں
کا اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔

حضرت یحییٰؑ کی خصوصیت | حضرت یحییٰؑ کو یہ امتیازی خصوصیت
حاصل تھی کہ وہ اپنے سے پہلے کے ایک موعود نبی کے نام پر آئے تھے
اسکی خو بو پر ہونیکی وجہ سے ان کا نام پہلے نبی کا نام رکھا گیا تھا
یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ :-

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے
آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس
بھیجوں گا" (ملاکی ۴/۵)

یہودی عقیدہ کے رو سے ایلیاہ نبی آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور

دوبارہ آئیگا۔ مگر حضرت مسیح نے فرمایا کہ:-

"ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اسکو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اسکے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔" (متی ۱۷/۱۲)

پھر حضرت مسیح نے حضرت یحییٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:-

"اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنیوالا تھا یہی ہے جس کے کان سننے کے ہوں وہ سن لے۔" (متی ۱۱/۱۴-۱۵)

پس حضرت یحییٰ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ ایلیاہ کے مشابہ بنکر آئے انکی خو بو پر اور انکے نام پر آئے۔ ان سے پہلے کوئی نبی کسی سابق نبی کا شبیہ یا ہم صفات بنکر نہ آیا تھا۔ اسی خصوصیت کو آیتِ قرآنی ولم نجعل له من قبل سميا میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت یحییٰ اور اناجیل

اناجیل میں حضرت یحییٰ کو بے مثل قرار دیا گیا ہے۔ اعلیٰ صفات کا حامل ٹھہرایا گیا ہے لکھا ہے:-

"وہ دونو (ذکریاہ اور انکی بیوی) خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔" (لوقا ۱/۶)

حضرت ذکریا کو حضرت یحییٰ کی بشارت دیتے ہوئے اللہ تعالے نے فرمایا:-

"وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پئے گا اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائیگا۔" (لوقا ۱/۱۵)

حضرت مسیح کا قول ہے کہ:-

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں ہوا لیکن جو آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا ہے وہ اس سے بڑا ہے۔" (متی ۱۱/۱۱)

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ انجیل بھی حضرت یحییٰ کو کئی پہلوؤں سے بے مثل مانتی ہے۔ ہم انجیل میں بیان شدہ دلیل کو غلط ٹھہرا سکتے ہیں لیکن یہ تو ثابت ہے کہ قرآن مجید کے بیان لم نجعل له من قبل سميا کی تائید اصولی رنگ میں اناجیل بھی کرتی ہیں اور حضرت یحییٰ کو بعض صفات میں بے مثل اور ممتاز مانتی ہیں۔

قرآن مجید اور بائیبل کے اختلافات کی حقیقت

اول۔ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ حضرت ذکریا کیلئے بیٹے کی دعا کی تحریک کا فوری محرک حضرت مریم کا معصومانہ بیان (هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ) ہوا ہے (آل عمران) بائیبل اس بارے میں خاموش ہے۔ ظاہر ہے کہ خاموشی تردید کی دلیل نہیں۔ بائیبل کے الفاظ "تیری دعا سن لی گئی" (لوقا ۱/۱۳) سے ثابت ہے کہ بشارت پانے سے قبل حضرت ذکریا دعا کرتے تھے۔ بائیبل نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس دعا کی تحریک کس طرح ہوئی تھی قرآن مجید نے اس کا ذکر کر دیا ہے اس سے بائیبل کے بیان کا نامکمل ہونا تو ثابت ہوتا ہے مگر قرآنی بیان کی غلطی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

دوم قرآن کہتا ہے کہ بشارت اللہ تعالیٰ نے دی تھی بائیبل کہتی ہے کہ فرشتے نے دی تھی۔ یہ بھی کوئی اختلاف نہیں فرشتے خدا ہی کا کلام لاتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بشارت نہیں دیتے قرآن مجید نے خود دوسری جگہ فرمایا ہے۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (آل عمران) کہ فرشتوں نے حضرت ذکریا کو بشارت دی پس سورہ مریم کے بیان سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست حضرت ذکریا سے کلام فرمایا تھا، وہ کلام تو فرشتوں کے واسطے ہوا تھا مگر وہ کلام خدا کا تھا۔ اسلئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ

خدا نے بشارت دی اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ فرشتوں نے بشارت دی۔ قرآن کریم کے اندازِ کلام سے لطیف طور پر یہ تشریح کر دیگئی کہ فرشتے کا کلام کرنا خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہاں بائیبل میں پیدائش ۱۸/۱ سے اِس قسم کی تعبیر کیلئے مثال مل سکتی ہے۔

پادری ویری کہتے ہیں کہ بائیبل میں ایک فرشتہ کے کلام کا ذکر ہے اور قرآن کریم نے فرشتوں کے کلام کرنے کو بیان کیا ہے۔ اس کا صاف جواب ہے کہ بعض اہم کلاموں کے لئے فرشتوں کی جماعت بھیجی جاتی ہے۔ یہ بات قرآن و بائیبل سے ثابت ہے۔ جب کسی جگہ وفد جاتا ہے تو اگرچہ ان میں سے ایک آدمی کلام کرتا ہے مگر کہا یہی جاتا ہے کہ وفد نے یوں کہا۔ روزمرّہ ایسا ہوتا ہے۔ پس ایک فرشتے کے کلام کرنے کے باوجود فنادته الملٰئکة پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ انجیل میں یحیٰی کو مسیح کے لئے ارہاص (پہلے ظاہر ہونیوالی علامت) ٹھہرایا گیا ہے قرآن میں ایسا ذکر نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سارا واقعہ اور تمام باتیں ایک ہی جگہ ذکر کرنی ضروری نہیں ہوتیں۔ سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی کو مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

چہارم۔ قرآن مجید کے رو سے حضرت زکریا کو تین دن تک خاموش رہنا اور ذکر الٰہی کرنیکا نشان دیا گیا۔ انجیل کی رو سے بطور سزا زکریا کی زبان بند کی گئی اور قریباً دس ماہ بعد یحیٰی کے ختنہ کے روز ان کی زبان کھلی۔ (لوقا ۱/۶۴)

الجواب۔ بیشک یہ اختلاف تو ہے مگر عقل اور فطرت قرآنی بیان کی تائید کرتی ہے اور انجیلی بیان کی تردید کرتی ہے۔

حضرت زکریا ایک نبی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ابراہیمی انعام نازل کرنیکا وعدہ کرتا ہے یعنی انہیں بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت دیتا ہے جو بقول مسیح سب نبیوں کا موعود ہے (متی ۱۱/۱۳) اگر حضرت زکریا حیرت اور تعجب سے کہتے ہیں کہ بیٹا کیسے ہوگا؟ کیا اِس کہنے پر ان پر عذاب نازل ہو جانا چاہیئے؟ پیدائش ۱۸/۱۲ سے آتا ہے کہ سارہ زوجہ ابراہیم نے بھی ایسا کہا تھا مگر ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہوا تھا سوال یہ ہے کہ زکریا کو کیوں سزا دیگئی اور سارہ کو کیوں نہ دی گئی؟ حضرت زکریا نے بیٹے کی بشارت پر حیرت و استعجاب کا اظہار تو کیا تھا لیکن انکار نہیں کیا تھا اور سزا حیرت و استعجاب پر نہیں دی جایا کرتی۔ انجیل کے لفظ "اے زکریا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی" (لوقا ۱/۱۳) سے ثابت ہے کہ وہ خدا کو بیٹا دینے پر قادر مان کر ہی دعا کیا کرتے تھے اسلئے وہ بیٹے کی بشارت پر استعجاب تو کر سکتے ہیں مگر انکار اور تردید نہیں کر سکتے اور منکر و متردد نہیں ہو سکتے۔ اِس صورت میں سزا کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ غور سے دیکھا جائے تو انجیل سے بھی قرآنی بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس از روئے عقل اور دلیل قرآن مجید کا بیان ہی درست ہے بائیبل تو ہر موقع پر انبیاء پر الزام لگانے کے لئے تیار رہتی ہے مگر قرآن مجید ان کی بریت کرتا ہے۔

پنجم۔ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا مسیح کے غلام تھے کیونکہ مسیح جب رحم مادر میں ہی تھے تو حضرت مریم کے سامنے آنے سے یوحنا کی والدہ روح القدس سے بھر گئی تھیں اور بچہ خوشی کے مارے اچھل پڑا تھا۔ (لوقا ۱/۴۱-۴۴) لیکن قرآن مجید سورۂ آل عمران میں حضرت یحیٰی کو سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا قرار دیتا ہے اور سورۂ مریم میں آتَیْنٰهُ الْحُکْمَ

صَبِيًّا فرماتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بائیبل کا یہ بیان محض زیبِ داستان ہے اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ یوں تو حضرت مسیحؑ کا مقام بلند ہے مگر حضرت یحییٰؑ کو ان کا غلام ٹھہرانا درست نہیں اور خود انجیل انکی تردید کرتی ہے۔ متی ۱۳/۳-۱۵ میں ذکر ہے کہ مسیحؑ نے یحییٰؑ سے بپتسمہ لیا اور ان کے شاگرد بنے۔ انجیل نویسوں نے اس واقعہ پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا ہے کہ یہ بپتسمہ لینا صرف سابق نبیوں کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کیلئے تھا۔ مگر یہ کہنا غیر معقول جواب ہے۔ اگر یوحنا مسیحؑ کو بپتسمہ دینے کے قابل نہ تھے تو کیا نبی غلط پیشگوئیاں کرتے رہے تھے؟

ششم۔ قرآن مجید نے حضرت مریمؑ کے پاس کھانوں کا ذکر کیا ہے بائیبل میں ذکر نہیں۔

درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن مجید نے اسمیں لوگوں کی نیک فطرت کا ذکر کیا ہے کہ وہ خدمتِ دین کرنیوالوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا کرتے ہیں ایسا ہی حُسنِ عقیدت سے لوگ حضرت مریمؑ کے لئے تحفے پیش کرتے تھے۔ نہ اس میں کوئی ہتک ہے اور نہ ہی یہ غیر معمولی بات ہے۔ یہودیوں کی روایات سے بھی ان کے ہاں ایسے رواج کا پتہ چلتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ یہ استعجاب اور حیرت کا اظہار ہے انکار نہیں ہے۔

وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔ امام راغب کہتے ہیں کہ عتیاً بڑھاپے کی اُس حالت کو کہتے ہیں جس کی اصلاح نہ ہوسکے۔

قَالَ رَبُّكَ قَالَ كَذٰلِكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ	تیرے ربّ نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو فرشتے کے توسط سے زکریاؑ کو پہنچا۔ توجہ دلانے کیلئے قَالَ رَبُّكَ کے اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝	میں نے تجھے خلق کیا حالانکہ تو کچھ نہ تھا میرے نزدیک

اس پیدائش سے حضرت زکریاؑ کی روحانی پیدائش مراد ہے مطلب یہ ہے کہ آپ بھی پہلے بے حیثیت تھے اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اسمیں لم نجعل لہ من قبل سمیاً میں غیر معمولی بیٹے کی پیدائش کی بشارت پر استعجاب کا ازالہ فرمایا ہے۔ گویا اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ کا جواب دیا ہے کہ ایسی غیر معمولی صفات والا لڑکا کیسے ہوگا؟ ورنہ ظاہری پیدائش تو ہر شخص کی عدم سے ہوتی ہے حضرت زکریاؑ کی کیا خصوصیت ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ؕ آیة کے معنے نشان کے بھی ہوتے ہیں اور حکم کے بھی۔ حضرت زکریاؑ نے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا حکم دیجئے جس کی میں تعمیل کروں اور میرا دل خوش ہو اور وہ نشان ہو کہ میں نے اس نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ ادا کر دیا ہے۔

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝	فرمایا نشان اور حکم یہ ہے کہ آپ تین دن

تک لوگوں سے کوئی بات نہ کریں حالانکہ آپ تندرست اور بے عیب ہیں۔ سَوِيًّا۔ تندرست۔

اس جگہ محض کلام کی نفی نہیں اور نہ ہی زبان بند ہونیکا ذکر ہے بلکہ لوگوں سے عمداً کلام نہ کرنیکا حکم ہے تاکہ اس عرصہ میں زکریاؑ خالص ذکرِ الٰہی میں مشغول رہیں۔ جیساکہ فرمایا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (آل عمران) یہ ایک قسم کا خاموشی کا روزہ تھا۔ النَّاسَ کا لفظ لاکر بتادیا کہ وہ کلام کرسکتے تھے مگر لوگوں سے باتیں کرنا اُس وقت منع تھا۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۝ زکریا اپنے محراب سے قوم کے پاس آئے اور ان کو آہستہ سے کہا کہ دن رات تسبیح و تحمید میں مشغول رہو۔

المحراب کے معنے (۱) چوبارہ (۲) گھر کا اچھا حصہ (۳) مسجد کا وہ حصہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے (۴) وہ تنہائی کا مقام جہاں بادشاہ یا قومی لیڈر مسائل پر علیحدہ بیٹھ کر غور کرتے ہیں۔ (۵) قلعہ (۶) شیر کی کچھار۔

اوحی الیھم کے معنے لغت کے رُو سے اشارہ کرنے کے علاوہ ایسے رنگ میں کلام کرنے کے بھی ہوتے ہیں جسے دوسرے نہ سُنیں۔ یہاں یہی معنے مراد ہیں۔ اس کی تائید آل عمران کی آیت ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا سے بھی ہوتی ہے۔ رمز کے معنے عربی زبان میں بھوؤں سے اشارہ کرنے کے بھی ہیں اور ہونٹوں سے اشارہ کرنے یعنی آہستہ بات کرنے کے بھی ہیں۔ امام الثعالبی کے نزدیک رمز ہونٹوں سے اشارہ کیلئے مخصوص ہے۔ بُكْرَةً وَّعَشِیًّا سے مراد صبح و شام یعنی دن رات ہے۔

یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ اس جگہ کتاب سے مراد تورات ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تورات ابھی تک منسوخ نہ ہوئی تھی یحیٰیؑ کو اس پر عمل کرنے کا حکم ملتا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے حضرت یحیٰیؑ سے بپتسمہ لیا تھا اسلئے وہ بھی تورات کے تابع قرار پائے۔

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا۝ ہم نے جوانی کے ایام میں یحیٰیؑ کو حکم دیا۔ اس پر اپنا کلام نازل کیا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ پے در پے دو نبی ایسے گزرے ہیں یعنی یحیٰیؑ اور مسیحؑ جنہیں عالم جوانی کے آغاز میں ہی خدا نے اپنے کلام سے نوازا۔ لوگوں نے بھی حضرت مسیحؑ کے بارے میں کہا تھا۔ كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۝

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِیًّا۝ حنان کے معنے رحمت، رزق، برکت، دل کی نرمی، ہیبت، وقار کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے یحیٰیؑ کو یہ تمام باتیں عطا کیں۔ پھر اسے زکوٰۃ یعنی کامل پاکیزگی بخشی اور وہ متقی یعنی صاحبِ تقویٰ تھا۔

اسجگہ اگر یہ سوال ہو کہ جب زکوٰۃ کا لفظ آگیا تھا تو تَقِیًّا لانے کی کیا ضرورت تھی؟ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی کے ہر لفظ میں خصوصیت ہوتی ہے۔ تقویٰ بیرونی بدیوں سے بچنے کے لئے آتا ہے اور زکوٰۃ اندرونی پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے۔ گویا زکوٰۃ میں یہ بتایا کہ حضرت یحیٰیؑ اندرونی خرابیوں سے محفوظ تھے اور كَانَ تَقِیًّا کہہ کر یہ بتایا کہ وہ بیرونی خرابیوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ گویا باطناً اور ظاہراً ہر طرح پاک تھے۔

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا۝ وہ اپنے ماں باپ سے نہایت اچھا سلوک کرتے تھے۔ زیادتی اور جبر کرنے والے نافرمان نہ تھے۔

بَرٌّ کے معنے بات کا پکا اور سچا کے ہوتے ہیں۔ جب بَرَّ وَالِدَہٗ کہیں تو اسکے معنے ہوں گے احسن الطاعة الیه ورفق به وتحری محابّه وتوقی مکارهه کہ اس نے اپنے باپ کی پوری طرح اطاعت کی۔ اس سے نرمی اور رفق کا سلوک کیا۔ اسکے پسندیدہ کاموں کو سرانجام دیا اور اسکے ناپسندیدہ کاموں سے بچتا رہا۔

جبّار کا لفظ اضداد میں سے ہے اسجگہ اسکے معنے ہیں کہ وہ کسی کا حق نہ مارتے تھے۔ (باقی صفحہ ۳۹ پر)

قرآن مجید کی وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی مشاہدات کا ایک نمونہ!

(از قلم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ ربوہ)

(۲)

سورۂ کہف میں وارد شدہ انگورستان کی مثال اور اُس کی وضاحت

سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں انگوروں کے دو باغوں کی مثال بیان کرتے ہوئے تمثیلاً یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عیسائی قوم کی حکومت تین زمانوں میں منقسم ہے۔ ایک اسلام سے پہلے کا زمانہ، دوسرا اسلامی حکومت کے زمانہ کے بعد کا عرصہ جس میں ان کی حیثیت ایک کھیتی کی سی ہوگی اور تیسرا زمانہ مسلمانوں کی حکومت کے زوال پر جبکہ یہ قوم ان کو پامال کر کے بہت بڑی حکومت قائم کر لے گی۔ یہ امر کہ کیا انگورستان کی مثال سے مراد دُنیا کا مال و دولت اور جاہ و حشمت ہی ہے۔ سورۂ کہف کے اس رکوع میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ جب فرمایا کہ انگورستان کا مالک اس میں داخل ہو کر فخر سے اپنے ساتھی سے کہے گا۔ اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ؏ یعنی دولت میں مَیں تجھ سے زیادہ دولتمند اور جتھہ میں تجھ سے زیادہ عزت مند ہوں۔

دولتمندی اور جاہ و حشمت بیان کرنے کے لئے انگورستان کی یہ مثال عیسائی قوم کے ہی محاورہ میں دی گئی ہے جیسا کہ متی باب ۲۱ میں حضرت مسیح علیہ السلام انگوروں کے تاکستان کی مثال دے کر یہودیوں کو سمجھاتے ہیں کہ چونکہ تم نے ... اللہ تعالیٰ کے مرضی کے مطابق اسکی حفاظت نہیں کی بلکہ بد دیانتی اور شرارت سے خدا کے انبیاء سے پیش آتے رہے ہو اس لئے جب تاکستان کا مالک آئے گا تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور پھر اپنا تاکستان اوروں کو دے دیگا

غرض سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ عیسائی قوم کو اپنی حکومت پر بڑا گھمنڈ پیدا ہوگا، یہاں تک کہ وہ سمجھے گی کہ اس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں۔ اور یہ کہ اگر قیامت ہوئی تو وہاں بھی ان کی حالت بہتر ہوگی لیکن ان کی ایسی حکومتیں جو خدا تعالیٰ کے نام تک کو بیاد سمجھتی ہیں اور صلیب و مُردہ پرستی جن کا طرۂ امتیاز ہے آسمانی آگ سے ہمیشہ کے لئے بالکل تباہ و برباد کر دی جائینگی۔

سورۂ مریم میں عیسائیوں کی دولتمندی کا ذکر

سورۂ مریم کے پانچویں رکوع میں بھی عیسائی حکومتوں کی اس خام خیالی کا کہ وہ بہت دولتمند ہیں اور ان کی آخری اور کامل تباہی کی پیشگوئی کی گئی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ؏ (آیت ۷۷) کیا تُو نے اسے نہیں دیکھا جس نے ہمارے نشانات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۔ یہ الفاظ ہو بہو سورۂ کہف کی آیت وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ

۱؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

خَيْرًا ٭ اِنْهَا مُنْقَلَبًا کے ہی ہم معنیٰ ہیں۔

سورہ کہف کی آخری آیات میں عیسائی قوموں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ٭ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ٭ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ٭ یعنی جس دن وعدہ کا دن آئے گا تو اس روز ہم انہیں ایک دوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور بگل بجایا جائے گا تب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے اور ہم اس دن جہنم کو ان کافروں کے سامنے کھلے طور پر لے آئیں گے۔ وہ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردہ میں ہیں اور وہ سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔

سورہ مریم میں بأس شدید اور اسکے انجام کا ذکر۔ سورہ کہف کی ان آیات میں عیسائی اقوام کی جس باہمی آویزش اور جنگ وقتال کا ذکر کیا گیا ہے سورہ مریم کے آخر میں اسے بایں الفاظ دہرایا گیا ہے۔ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ٭ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ٭ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سرکش لوگوں (یعنی اللہ تعالیٰ کا بیٹا پکارنے والوں) کو کافروں پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ انہیں جنگ کیلئے اکسائیں۔ سو ان کے خلاف جلدی مت کر ہم ان کے لئے بہت بڑی تیاری کر چکے ہیں۔

مذکورہ بالا موازنہ سے بھی ظاہر ہے کہ دونوں سورتیں ایک ہی موضوع انذار اور بشارت کے متعلق آپس میں ہم معنیٰ وہم مفہوم ہیں اور ان سورتوں میں الفاظ "[illegible] تَرَ" "وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً"۔ "تَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ"۔ "هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ"۔ جو وارد ہوئے ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کا ذکر بار بار کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی حکومتوں کے انجام کے متعلق علاوہ اس وحی تجلی کے جو ان دونوں سورتوں کے ذریعہ سے ہوئی آنے والے واقعات کے متعلق آپ کو مکاشفہ بھی ہوا۔ اور آپ کو دکھایا گیا تھا کہ بأس شدید اور بشارت سے متعلقہ پیشگوئیاں کس کس صورت وشکل میں ظاہر ہوں گی۔

ایک شبہ کا ازالہ پیشتر اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات کا ذکر کیا جائے اس شبہ کا ازالہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سورہ کہف اور سورہ مریم کی پیشگوئیوں کا تعلق اُن جنگوں سے ہے جو قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے پوری ہو چکی ہیں۔ یعنی اُن جنگوں میں جو رومی اور دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ لڑی گئیں اور جن میں مسلمان اُن پر غالب آئے اور اُن کی حکومتوں کو مغلوب کیا گیا۔ یہ خیال درست نہیں کہ سورہ کہف میں مذکور بأس شدید اور بشارت کا تعلق گذرے ہوئے واقعات تک ہی محدود ہے۔ اوّل اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کہف کی ان آیات کو دجّال کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جس کا ظہور آخری زمانہ میں ہونے والا تھا۔ اور دوم اسلئے یہ خیال درست نہیں کہ سورہ کہف کے آخر میں اس بات کا صراحت سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن پیشگوئیوں

کا ذکر سورۂ کہف میں وارد ہوا ہے ان کا سلسلہ گذشتہ زمانہ کے ساتھ ہی ختم ہونے والا نہیں بلکہ وہ ایک لمبے زمانہ پر ممتد ہے یہاں تک کہ اگر اس کی تفصیلات قلمبند کی جائیں تو ایک سمندر کیا اس سے دگنی روشنائی بھی ختم ہو جائیگی پیشتر اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ باتیں ختم ہوں۔ فرماتا ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ[1] رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○ یعنی انہیں کہدے کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو سمندر میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم اتنی ہی اور روشنائی اُن کے لکھنے کے لئے لے آئیں۔ اِس آیت سے ظاہر ہے کہ جن پیشگوئیوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ کہف کی تجلّی ہوئی ہے وہ ایک لمبا سلسلہ ہے اور اس کے سینکڑوں حلقے ہیں جیسا کہ ابھی اجمالاً ان پیشگوئیوں کی وسعت کا ذکر کیا جائے گا۔

سورۂ کہف اور سورۂ مریم میں وارد شدہ پیشگوئی کا تعلق

علاوہ ازیں مذکورہ بالا خیال اسلئے بھی درست ہے کہ سورۂ کہف اور سورۂ مریم میں عیسائی حکومتوں کی جس تباہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ کامل تباہی ہے۔ جس کے متعلق کھلے الفاظ میں اِن دونوں سورتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ظالم حکومتیں صفحۂ ہستی سے نابود کر دی جائیں گی یہانتک کہ ان کی آہٹ تک بھی سُنائی نہ دیگی۔ اسلئے اِن سورتوں کے متعلق یہ کہنا کہ اِن میں وارد شدہ پیشگوئیاں قرونِ اُولیٰ میں پُوری ہو چکی ہیں واقعاتِ مشہودہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے ہاتھوں عیسائی اقوام کی حکومتوں کی تباہی نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے عیسائی اقوام کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ انہیں دُنیا کی آسائش اور مال و متاع سے متمتع ہونے کی پُوری پُوری آزادی دی۔ جس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ سنبھلیں اور انہوں نے دُنیا میں پھر ترقی کی۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے سارے جہان پر چھا گئیں اور آج سارے جہان کے لئے بلائے بے درماں بنی ہوئی ہیں۔ نیز سورۂ کہف اور سورۂ مریم میں عیسائی حکومتوں کی جس تباہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہونیوالی تباہی نہیں بلکہ اُن کی اپنی ہی باہمی جنگوں والی تباہی ہے جیسا کہ آیت وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ سے ظاہر ہے۔ ایسا ہی سورۂ مریم کی آیت اِنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى

[1] کَلِمٰت سے مراد یہاں وہ پیشگوئیاں ہیں جو سورۂ کہف میں مذکور ہیں۔ لفظ کلمۃ اور کلمات کا استعمال بمعنی پیشگوئی قرآن مجید میں بکثرت ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ آل عمران آیت ۳۹ و ۴۵۔ النساء آیت ۱۷۰۔ سورۂ انعام آیت ۳۴ و ۱۱۵۔ اعراف آیت ۱۳۶۔ سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲۹۔ سورۂ زمر آیت ۱۹ و ۷۱۔ الصافات آیت ۱۷۱۔

[2] انصاف پسند عیسائی مستشرقین نے اس بات کا کھلے الفاظ میں اقرار کیا ہے کہ ۶۰۰ سال بلکہ بعض لحاظ سے تو اٹھارھویں صدی تک بھی یورپ کی قومیں اسلامی تہذیب و تمدن سے مستفید ہوتی رہی ہیں۔ دین میں، علم اخلاق و آداب میں، سیاست میں، صنعت و حرفت میں، علم طبیعات و علم کیمیا میں، علم ریاضی و فلسفہ میں، علم تاریخ و جغرافیہ اور علم طب و جراحی میں یہانتک کہ ذوقِ جمالیہ میں بھی ... [illegible]

الکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا کا بھی یہی مفہوم ہے کہ شیطان یعنی سرغنہ ہائے کفر و ضلال ایک دوسرے کو جنگ کے لئے اُکسائیں گے۔

غرض سورۂ کہف اور سورۂ مریم کی پیشگوئیاں آئندہ آنے والے دُور دراز زمانہ سے متعلق ہیں۔ ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جن کانوں نے خدائے علام الغیوب کی یہ عظیم الشان آواز سُنی وہ یہ گوشت پوست والے کان نہ تھے۔ اور آپ کی جس آنکھ کو یہ دُور دراز آنے والے واقعات دکھائے گئے وہ یہ پتلی والی آنکھ نہ تھی بلکہ رُوحانی آنکھ اور کان تھے۔ اور جس عالم اور ماحول میں آئندہ زمانہ کے متعلق مذکورہ بالا عظیم الشان اطلاعات دی گئیں وہ انسان کا یہ مادی عالم نہیں جو محدود ہے بلکہ عالمِ الملکوت کا ایک وسیع ترین ماحول ہے۔

بقیہ حاشیہ صلا

غرض کوئی شعبہ علم و فن نہیں جس میں عیسائی دنیا نے مسلمانوں سے صدیوں استفادہ نہ کیا ہو۔

گوسٹاؤ لیبان، سدیو، دوزی (Dozy) اور انیگلمین (Engelmann) کی تصانیف اس تعلق میں ملاحظہ ہوں۔ موخر الذکر دو مستشرقوں نے یورپ کی زبانوں کے متعلق ڈکشنریاں بھی تیار کی ہیں اور بتایا ہے کہ سپین، جرمنی، فرانس اور انگلستان وغیرہ عیسائی ممالک کی زبانوں میں کثرت سے الفاظ عربی کے ہیں اور قواعد نحو و صرف پر عربی قواعد کا اثر غالب ہے۔ یہ مستقل مضمون الگ تفصیل چاہتا ہے۔

ملہ لفظ اَزًّا کے معنی اکسانا اور دوسرے پر حملہ کروانا +

فتنۂ دجّال کی تعیین کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات

سورۂ مریم اور سورۂ کہف کا موضوع معیّن کرنے کے بعد اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال لیتا ہوں جن میں آپ نے ذاتی رُؤیت کی بنا پر دجّال کی صورت و شکل، اس کے اوصاف اور اس کے کام بیان فرمائے۔ اور اس کے بعد اختصار کے ساتھ آپ کے مشاہدات کا وحی الٰہی کی ان تجلّیات کے ساتھ مقابلہ کروں گا جن کا ذکر ان دونوں سورتوں میں وارد ہوا ہے اور انشاء اللہ دکھاؤں گا کہ یہ تجلّیاتِ وحی اور مشاہدات آپس میں مفہوم و مطابقت کے اعتبار سے ایک ہی قسم کے فتنہ اور بأس شدید سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ سورۂ کہف کا تعلق فتنۂ دجّال سے ہے۔ اس بارے میں حضورؐ کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَمَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْہِ
فَوَاتِحَ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ فَاِنَّھَا جِوَارُکُمْ
مِنْ فِتْنَتِہٖ (مشکوٰۃ کتاب الفتن ذکر الدجال)

یعنی تم میں سے جو شخص دجّال کو پائے اسے چاہیئے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس کے سامنے پڑھے۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے اس کے فتنہ سے پناہ دینے والی ہیں۔

ایک دوسری روایت میں سورۂ کہف کی آخری آیات پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے۔ بلکہ احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ ساری سورت ہی جمعہ کو پڑھی جائے تاکہ دجّال کے فتنہ سے پڑھنے والا محفوظ رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کا

عام طور پر اس پر عمل درآمد رہا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ سورۂ کہف میں عیسائیوں کا ذکر ہے اور دجال نام شخص یا قوم کا اس میں کہیں بھی ذکر نہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ سے کیسے اخذ فرمایا کہ اس کا تعلق دجال سے ہے۔ یہ سوال اہم ہے اور اس کا معقول جواب سوائے اس کے کوئی نہیں کہ ان آیات کے نزول کے وقت آپ پر یہ تجلّی بھی ہوئی تھی کہ جو فتنہ قدیم الایام سے دجال کے نام سے مشہور ہے اس کا ماخذ و منبع عیسائیت ہے جس کے شدید خطرہ سے ہر نبی نے اپنی اُمّت کو ڈرایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اُمّت کو اس کے فتنہ سے آگاہ فرمایا اور اس سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام سے مخاطب ہوئے اور ان سے فرمایا۔ مَا بَعَثَ اللّٰہُ مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَہٗ۔ اَنْذَرَ نُوْحٌ اُمَّتَہٗ وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ بَعْدِہٖ یعنی ہر نبی نے جسے اللہ تعالےٰ نے بھیجا اپنی اُمّت کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔ نوحؑ نے بھی اپنی اُمّت کو ڈرایا اور اسی طرح ان کے بعد آنے والے نبیوں نے بھی۔ اور ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَ بِہٖ نُوْحٌ قَوْمَہٗ۔ اور میں بھی تمہیں اس کے خطرہ سے آگاہ کرتا ہوں جس طرح نوحؑ نے اپنی قوم کو آگاہ کیا (حجج الکرامہ ص۳۰۲)

یہ روایتیں مستند ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی انہیں نقل کیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتنۂ دجال کے تعلق میں سورۂ کہف خصوصاً اس کی ابتدائی و آخری آیات کی طرف توجہ دلانا بتاتا ہے کہ آپ کے نزدیک عیسائی اقوام میں سے ہی دجال کا ظہور مقدر ہے۔ دجال کا ذکر سابقہ انبیاء کے صحیفوں میں بار بار آیا ہے اور ان میں جو اوصاف اس کے بیان کئے گئے ہیں خود عیسائیوں کے بعض بڑے بڑے علماء اور شارحین کے نزدیک عیسائی گرجوں کے متولیوں پر صادق آتے ہیں۔ اس بارے میں سب سے بڑی مشہور پیشگوئی دانیال نبی کی ہے۔ اس پیشگوئی کی تشریح کرتے ہوئے عیسائی علماء اور شارحین رومن کیتھولک اور پاپائے روم کو دجال کا مصداق بتلاتے ہیںؔ۔

ؔ دانیال علیہ السلام کی مشارٌ الیہ پیشگوئی بھی نمونہ ہے۔ ان مشاہدات کا جو عالمِ ملکوت کا پتہ دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو دانیال باب ۷) جس مشاہدہ کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے وہ ان کو چار حیوانوں کی شکل میں دکھلایا گیا اور عالمِ دنیا میں ہی اس کی تعبیر بھی ان کو بتلائی گئی۔ ان حیوانوں سے مراد چار بڑی سلطنتیں ہیں جو دنیا میں قائم ہوں گی۔ عیسائیوں کو تسلیم ہے کہ چوتھی سلطنت رومانیوں کی تھی۔ اور یہ کہ چوتھے حیوان کے سر پر جو دس سینگ دکھلائے گئے وہ اس سلطنت کی دس شاخیں تھیں جن میں یہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں تقسیم ہوئی۔ اور دانیال علیہ السلام نے جو یہ دیکھا کہ ان کے دس سینگوں کے بیچوں بیچ ایک چھوٹا سا سینگ نمودار ہوا ہے جس میں آنکھیں ہیں اور ایک منہ جو بڑے گھمنڈ کی باتیں بولنے لگا۔ اس کا چہرہ اس کے ساتھیوں کی نسبت زیادہ رعب ناک ہے اور اس نے مقدسوں سے جنگ شروع کر دی اور حق تعالیٰ کی مخالفت میں باتیں کرنے لگا۔ اور اس نے چاہا کہ وقتوں اور شریعتوں کو بدل دے۔ (باقی صفحہ ۲۳ پر)

اسلامی روایات میں بھی دجال اور اسکے جساسہ کے متعلق یہ ذکر آتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک گرجا میں پایا گیا جہاں وہ زنجیروں سے مقید تھا۔ یہ مشاہدہ تمیم داری کا ہے جو عیسائیوں میں سے

بقیہ حاشیہ ۲۱

اس نے حق تعالیٰ کے مقدسوں سے ان کی سلطنت چھین لی۔ یہاں تک کہ ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت گذر یں اور خدائے قدوس کا تخت لگایا گیا جو آگ کے شعلہ کی مانند تھا۔ عدالت ہو رہی تھی اور کتابیں کھلی تھیں اور پھر اس کا بدن شعلہ زن آگ میں ڈالا گیا اور اس حیوان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا گیا (دانیال باب ۷)

عیسائی علماء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رومانی حکومت کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ سے نکلنے والا یہ سینگ جس کا اوپر وصف بیان ہوا ہے دجال ہے۔ اور یہ کہ اس کے ظاہر ہونے اور طاقت و غلبہ پانے کی میعاد دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی اور ان کی تعبیر کے مطابق ۱۲۶۰ سال کا عرصہ ہے جو اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب بیت المقدس کو تباہ کرنے والا (یعنی رومانی حکومت) خود تباہ ہوگا اور جب دائمی قربانی موقوف کی جائے گی۔ مشہور مؤرخ گبن کے اندازے کے مطابق بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے ۶۳۷ء کے نویں مہینہ میں فتح ہوا۔ اس فتح کے ساتھ یہودیوں کی سوختنی قربانی بیت المقدس اندر سے شریعت اسلامی موقوف ہوئی۔ اس تاریخ سے اگر بارہ سو ساٹھ سال کا عرصہ شمار کیا جائے تو یہ ۱۸۹۷ء کا آخر ہوتا ہے۔ یہ وہ مدت ہے جس میں حق تعالیٰ کے مقدس بندوں یعنی مسلمانوں کی سلطنت عیسائی قوموں کے ہاتھوں تباہ ہونیوالی تھی۔ اس طرح اندازے و اقعات دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی کا دوسرا حصہ پورا ہوا کہ جہاں حق تعالیٰ کے مقدس بندوں سے ان کی سلطنت ایک مدت (۳۶۰) اور مدتیں (۳۶۰ × ۲ = ۷۲۰) اور آدھی مدت (۱۸۰) یعنی ۱۲۶۰ سال کے عرصہ میں چھین لے گا۔ مدت سے مراد ایک قمری سال یعنی ۳۶۰ دن ہیں۔ انبیاء سابقین کی پیشگوئیوں میں ایک دن سو سال کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں دجال نے مذکورہ بالا پیشگوئی کے مطابق تمام روئے زمین کو تاڑنا اور اس کے بعد شعلہ زن آگ میں اسے تباہ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں علامہ ڈمبل بی نے صحفِ سابقہ کی پیشگوئیوں سے استدلال کرتے ہوئے دجال کو (Political beast) یعنی سیاسی درندہ قرار دیا ہے جو پالیسی سے اپنی تجارت کو فروغ دینے اور دغا اور فریب سے بہتوں کو عجیب طرح سے تباہ کرنے والا ہے۔ لفظ دجال کے معنی عربی میں فریب دینے والے اور ملمع ساز کے ہیں اور اس کے معنی تاجروں کا گروہ بھی ہے جو اپنا سامان تجارت جگہ بجگہ لئے پھرتا ہے۔ (دیکھیں لسان العرب زیر لفظ دجال)

دانیال علیہ السلام کی مذکورہ بالا پیشگوئی کے پورا ہونیکی میعاد کا اندازہ متعدد مسیحی علمائے ہیئت و فلکیات نے لگایا ہے۔ ان میں سے سب سے صحیح اندازہ مشہور فلکی علامہ ڈمبل بی کا ہے جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ (دیکھیں انکی کتاب The Appointed time کے صفحات ۲۶ - ۲۵۵ - ۲۶۴) اس کتاب کے صفحہ ۲۰۵ پر وہ لکھتے ہیں کہ بعض عیسائی فرقوں کے نزدیک دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی میں مذکورہ اوصافِ دجال رومن کیتھولک پر صادق آتے ہیں۔ اس تعلق میں انہوں نے پوپ کا ... ہونا ... بطور

مسلمان ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان
سے گرجا سے نکلنے والے دجال اور جساسہ کا ذکر سن کر صحابہؓ
کرام کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں بھی تم سے دجال کے متعلق
یہی ذکر کیا کرتا تھا۔ صحابہ کرامؓ کو اِس انداز سے سخت غم
ہوا۔ فاطمہ بن قیس بھی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے
یہ ذکر سنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں۔ لَقَدْ
خَلَعْتَ قُلُوبَنَا۔ اے رسول خدا آپ نے تو ہمارے
دلوں کو ہلا دیا ہے۔ تمیم داری کی روایت کے الفاظ
(يَقْفِزُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ) قابلِ توجہ ہیں۔
جہاں تک ان الفاظ سے سمجھا جا سکتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے
کہ ان کا یہ مشاہدہ خواب کا ہے۔ اور روایت کے یہ الفاظ
بھی کہ گرجا کا راہب اُن سے کہتا ہے یوشک ان یؤذن
لی (یعنی عنقریب مجھے باہر نکلنے کی اجازت دی جائیگی)
اِس امر کی تائید کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مسلم مشکوٰۃ باب ابن

دجال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ مشاہدات

دجال کے [illegible] اور دو
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
نے اپنے مشاہدہ کی بنا پر
بیان فرمائے ہیں وہ ذیل میں نمبروار درج کئے جاتے ہیں
یہ حلیہ اور وصف ای تمثّلی زبان میں ہیں جو عالمِ غیب اور
عالمِ ملکوت سے مخصوص ہیں جن کا ذکر قدرے تفصیل سے
کیا جا چکا ہے یعنی تصویروں اور شکلوں میں جو اپنے
مشابہ اور مماثل معانی اور اوصاف پر اُسی طرح دلالت
کرتی ہیں جس طرح حروفِ تہجی اور اُن کی باہمی مختلف ترکیب
ذہنی تصوّرات اور معانی پر۔ جس طرح حروف و الفاظ
میں وسیع سے وسیع تصوّرات پنہاں ہوتے ہیں اسی طرح

بقیہ حاشیہ ۲۲

کا ذکر بھی کیا ہے جو سات کلیساؤں، یعنی گرجوں کو لکھے گئے
ہیں۔ علامہ مذکور ان کا حوالہ دیتے ہوئے خود بھی دبی زبان سے
اقرار کرتے ہیں کہ ان خطوط میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ
بے شک گرجوں میں پائی جاتی ہیں لیکن آخر وہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری
طرح مسیح کی ابنیت اور الوہیت کے معتقد ہیں۔ اسلئے انکے
نزدیک یہ دجال کے مظہر نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اسلئے بھی کہ انکو
توبہ اور نادم ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس تعلق میں انہوں
نے مکاشفات کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں دجال کے اوصاف
بیان کئے گئے ہیں۔ (جنہیں پڑھکر عیسائیوں کے دجال کا مظہر
ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا) اِس ضمن میں پولوس کا
تھسلنیکیوں کے نام دوسرا خط بھی ملاحظہ ہو جس میں دجال
کو بے دین کا لقب بھی دیا گیا ہے جو خدا کے مقدس میں بیٹھ کر
اپنے آپ کو خدا ظاہر کرتا ہے جسے یسوع اپنے مُنہ کی پھونک
سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلّی سے نیست و نابود کرے گا۔ نیز
اس دجال کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی
قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ اور ہلاک ہونے
والوں کے لئے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کے ساتھ ہوگی۔
(از ۳ تا ۱۲) اس تعلق میں ملاحظہ ہو مکاشفہ باب ۱۳ جس میں
لکھا ہے کہ اژدہا (شیطان) نے اس حیوان کو اختیار دیدیا
اور وہ بڑے بول بولنے کو اور کفر بکنے کے لئے اسے ایک
مُنہ دیا گیا اور اُس نے خدا کی نسبت کفر بکنے کے لئے منہ کھولا
۔ اور یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور ان پر غالب آ
اور اسے بیالیس مہینے تک کام کرنیکا اختیار دیا گیا یعنی ۱۲۶۰ سال
یہ وہی میعاد ہے جو دانیال کی پیشگوئی میں مذکور ہے +

عالم غیب میں جو شکلیں متمثل ہوتی ہیں وہ بھی نہایت وسیع تصورات اور معین معانی کی حامل ہوتی ہیں۔ یہ شکلیں اور صورتیں بھی گویا ایک مستقل زبان ہے جس کی اصطلاحات کو عالم ملکوت کے نظاروں کے سمجھنے میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ دجّال کی پیشانی پر ک ۔ ف ۔ ر لکھا ہوا ہے (یَقْرَأُہٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ کَاتِبٍ وَغَیْرِ کَاتِبٍ) جسے ہر مومن پڑھ سکتا ہے۔ خواہ وہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ یعنی غیر مومن کفر کے ان حروف کو جو اگرچہ بہت ہی نمایاں ہوں گے نہیں سمجھ سکیگا۔ پیشانی پر (ک ۔ ف ۔ ر) نوشتہ سے مراد یہ ہے کہ اس کا کفر ایسا نمایاں اور واضح ہوگا کہ عالم اور جاہل دونوں سے وہ چھپا نہیں رہیگا بشرطیکہ مومن ہو۔

(۲) آپ نے اسے (اَعْوَرَ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی) داہنی آنکھ سے کانا دیکھا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ دین سے کلیۃً محروم ہوگا۔ آپ نے اس کی یہ آنکھ بیٹھی ہوئی دیکھی۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی روحانی بصیرت بالکل مسخ ہوگی۔ ابوداؤد کی روایت میں الفاظ (مَطْمُوْسُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی) یعنی داہنی آنکھ بے نور ہوگی۔ دائیں سے مراد دین اور راستی ہے۔ جیسا کہ بائیں سے مراد دُنیا اور بے دینی ہے۔

(۳) آپ نے دجال کی بائیں آنکھ انگور کے دانہ کی طرح پھولی ہوئی اور باہر نکلی ہوئی دیکھی۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ کَاَنَّھَا عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ۔ سعید بن خدری رضؓ کی روایت میں، جو ایک مستند راوی ہیں یہ الفاظ ہیں۔ (عَیْنُہُ الْیُسْرٰی کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ) کہ اس کی بائیں آنکھ ایسی ہے جیسا کہ چمکتا ہوا ستارہ۔ اس تمثیلی وصف کے یہ معنے ہیں کہ وہ امورِ دُنیا میں بہت ہی دانا ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بائیں آنکھ خوبصورت ہوگی مگر وہ بھی عیب دار ہوگی۔ (حجج الکرامہ ص۳۲۴)

(۴) آپ نے اُسے سفید گھوڑے پر سوار دیکھا جس کے کانوں کے درمیان ۷۰ گز کا فاصلہ ہے۔ ستر کا لفظ قدیم عربوں کے محاورہ میں زیادہ پر دلالت کرنے کے لئے بولا جاتا تھا یعنی اس کے دو کانوں کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا۔

(۵) آپ نے فرمایا کہ وہ گدھا اتنی تیزی سے چلیگا کہ سورج بھی پیچھے چھوڑ دیگا۔ اتنا تیز کہ ابھی مشرق میں ہوگا کہ ایک جھپک میں مغرب میں جا پہنچے گا جس سے مراد یہ ہے کہ وہ بہت جلدی سفر طے کریگا۔ سابقہ علماء نے اس سے سرعت رفتار ہی مراد لی ہے۔ (دیکھیں حجج الکرامہ ص۳۲۴)

(باقی آئندہ)

تحقیق اُمّ الاَلسِنہ

یعنی

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونیکا قطعی ثبوت

(۸)

فارمولا رفعِ تکبیر

(از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ - لائلپور)

گذشتہ قسط میں یہ دکھایا گیا تھا کہ حرفِ عین شروع کلمے سے گرا ہوا ہے اور اسے واپس لانے سے عربی ماٰخذ دستیاب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا تھا کہ چھ حروف (ع - ا - ھ - ح - و - ی) گرتے ہیں اور اسی لئے انکا اصطلاحی نام حروفِ تکبیر یا حروفِ علت جدیدہ رکھا گیا تھا۔ اِن چھ حروف کے گرنے کے لحاظ سے الفاظ کی اٹھارہ قسمیں بن جاتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ باقی سترہ قسمیں الگ الگ دکھائی جائیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ الفاظ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے اور (ف) کلمے (ع) کلمے یا (ل) کلمے سے جو حرفِ تکبیر گرا ہے اُسے بحال کر دیا جائے۔ ناظرین خود اِس بات کا اندازہ لگا لیں گے، کہ کونسا حرفِ تکبیر کس جگہ سے گرا ہے۔ اصولِ رفعِ تکبیر کی اِس طریق پر انشاءاللہ پوری وضاحت ہو جائے گی۔

(امثلہ ذیل میں چند الفاظ مضاعف بھی ہیں)

جو الفاظ اس قسط میں دیئے گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ واول گرانے کے بعد صرف دو کانسوننٹ باقی رہ جاتے ہیں اور تیسرا حرف، حرفِ تکبیر ان میں شامل ہو کر عربی کی بے نظیر خصوصیت یعنی مصدر ثلاثی کو قائم اور بحال کر دیتا ہے اور صرف چھ حروف مذکورہ بالا سے باہر ہم نہیں گئے۔ بالفاظِ دیگر اصول کی پوری پیروی امثلہ ذیل میں کی گئی ہے۔ اِس اصول کی تشریح کے لئے گذشتہ قسط کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

شروع میں ہم نے کہا تھا کہ جو حروف گرے ہوئے ہیں وہ اصول کے ماتحت اس طرح لوٹ کر آئیں گے جیسے مقناطیس کی طرف لوہے کا ٹکڑا۔ اب اِس دعوے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

اس موقع پر ایک لطیفہ قابلِ ذکر ہے۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر جہاں تلوار اور قلم کے دھنی تھے بذلہ سنجی میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ ان کی پیشی کے ایک لازم منشی نے سہواً لفظ "نوع" کی بجائے "نو" لکھدیا جب یہ تحریر بادشاہ نے ملاحظہ کی تو اس پر فی البدیہہ حسبِ ذیل نکتہ لکھ دیا۔

"منشیِ نو لفظِ نوع را بطرزِ نو نوشت
"عین" خطا کرد۔ ہفتاد روپیہ جرمانہ"

عین خطا کرد یعنی عین لکھنا بھول گیا اور یہ فاش غلطی کی اسلئے عین کی قیمت کے لحاظ سے ستر روپیہ جرمانہ۔ اصولِ رفعِ تحیر میں "عین خطا کرد" ہی نہیں بلکہ ع۔ ا۔ ھ۔ ح۔ و۔ ی۔ ان چھ حروف کے خطا کرنے کا سوال ہوتا ہے اور ان کو بحال کرنے سے مکرر لفظ سالم ہوجاتا ہے۔ اب امثلہ ذیل پر غور اور تامل کی ضرورت ہے۔

سلکِ سوم
تکبیرِ صغیر!

(۱)

(۱) Assault - روٹ کے معنی کودنا حملہ کرنا ہیں۔
SL = صال - کودنا حملہ کرنا۔

(۲) چھال = CHL = صال - کودنا
چ - ص کا بدل ہے۔ اُچھلنا - اچھالنا - اسی پر مبنی ہیں - چھلانگ - اسی کا مزید علیہ ہے۔

(۳) Con-sole = SL - سلّی - تسلی دینا۔

(۴) Coun-sel = SL - صُلح - درست ہونا - ٹھیک ہونا - اصلح - درست کرنا - اردو میں بھی صلاح مشورہ کہتے ہیں - لیکن انگریزی والوں نے اس کا روٹ صال - کودنا ہی ہو بدیا ہے - جو فاش غلط ہے -

(۵) Salina = SL - سَھل - میدان (صُلّہ - خشک زمین) (سَال - وادی) - (صَلحلہ - بیابان) مختلف اقسام زمین ہیں -

(۶) Soil[2] مٹی = SL - سَھل - مٹی جو پانی بہا کر لائے -

(۷) Soil[3] گوبر = SL - سَلح - گوبر

(۸) Sill پتھر = SL - صُلع - پتھر

(۹) recon-cile = CL - صُلح - موافقت

(۱۰) Sally - اچانک حملہ کرنا -
SL - صَوْل - اچانک حملہ آور ہونا

(۱۱) Psalm کا روٹ psallo بمعنی جھنکارنا ہے
P غیر ملفوظی ہے - SL - صَلّ - جھنکارنا -

(۱۲) Salary - تنخواہ - ary لاحقہ ہے -
SL = صِلہ - بدلہ - اس کا روٹ انگریزی والوں کو نہیں ملا -

(۱۳) Slay = SL = ثَلّ - ہلاک کر دینا -

(۱۴) Isolate - علیحدہ ہونا - ate مصدری لاحقہ ہے - SL = زالَ - علیحدہ ہونا -

(۱۵) Solanum - سایہ - SL - ظِلّ - سایہ

(۱۶) Shallow = SL ضحل - تھوڑے پانی والا ہونا (تالاب) ضحل - پتلا پانی

(۱۷) Shoal - کنارہ - SL - ساحل - کنارہ

(۱۸) Sole - اکیلا - SL = KL - قلّ - اکیلا

(۱۹) upsilon یونانی لفظ ہے بمعنی ننگا - روٹ psilo

ہے۔ P غیر ملفوظی ہے۔ پس SL = شَلَح ننگا کرنا۔

(۲۰) Silly۔ بے وقوف = SL۔ ثَالَ۔ بے وقوف ہونا یا (عثول۔ بے وقوف) اب یہاں ایک لطیفہ ہے اس لفظ کا رُوٹ انگریزی والوں نے جو دیا ہے اسکے معنی میں یہ تکلف کیا ہے کہ ابتداءً اس کے معنی نیک یا بابرکت تھے۔ ظاہر ہے کہ نیک، تو "صالح" ہوا اور بابرکت صَلّیٰ۔ برکت دینا۔ انگریزی حروف تہجی ثال صالح۔ صَلّیٰ کو ادا نہیں کرسکتی اسی لئے یہ دُور کی کوڑی ان لغت نویسوں کو لانی پڑی کہ رُوٹ نکل آئے گو بے وقوف کو نیک یا بابرکت پر مبنی کرنا پڑے۔ یہ فاش اور مُضحکہ غلطی ہے۔ اور یہاں سے ظاہر ہے کہ لُغت میں جب ذاتی رائے کا دخل ہو تو سوال از آسماں جواب از ریسماں کا سماں پیدا ہوجاتا ہے۔ کوئی ان بے وقوفوں کو کہے کہ Silly بے وقوف ہی ہوتا ہے نہ کہ نیک یا بابرکت۔ عربی لغت نکالکر دیکھو۔

کہ بُوَد بہ نزدِ شاہاں زمنِ گدا پیامے
کہ بکوئے مے فروشاں دو ہزار جم بجامے

(۲۱) Solis۔ لاطینی لفظ ہے بمعنی سُورج۔ گرمی اور شام۔ اب ظاہر ہے کہ سورج اور گرمی تو قریب بمعنی ہم ہیں لیکن شام کا مفہوم اندھیرے کا آغاز ہے نہ کہ سورج یا گرمی۔ اس کا حل یوں ہے

SL = شَحبیل۔ بتی۔ سُورج پر اطلاق۔

SL = صِملا۔ آگ۔

SL = صِلاء۔ (سورج کی) گرمی۔

SL = اصیل شام۔

اب جب پھیلیگا تو یہ چاروں لفظ Solis ہوجائینگے اور خلط ہوکو معنی شام اور گرمی ہوجائینگے Solis لاطینی لفظ سسرو خطیب روما کا استعمال کردہ بھی ہے گویا کم از کم دو ہزار سال سے لاطینی میں داخل ہے۔ فتدبّرا۔

(۲۲) Sly۔ مکّار۔ SL۔ صَلّیٰ۔ دھوکا دینا (ہندی چھل)

(۲۳) Shallow = SL = KL۔ غول یا خَلّہ۔ سوراخ یہاں S بدل ہے K کا۔

چند امور قابلِ غور ہیں۔

ف۱۔ مندرجہ بالا الفاظ میں S بدل ہے۔ ث۔ س۔ ص۔ ض۔ ز۔ ش۔ ظ کا۔ کسی عجمی زبان میں تمام الگ الگ مخارج نہیں ہیں اسلئے محال ہے کہ کوئی اور زبان ان ۲۳ الفاظ کو حل کرسکے۔ اگر کوئی مدعی ہو تو

ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گو

ف۲۔ واول گرانے کے بعد SL جب رہا تو تکمیل لفظ کی (ع۔ ا۔ ہ۔ ح۔ و۔ ی) سے ہی کی گئی ہے یہ امر خاص کر قابلِ غور ہے اور عربی کی خصوصیت یعنی مصدر ثلاثی ان حروف سے بحال ہوگئی ہے۔

ف۳۔ Solis۔ Silly۔ Sole۔ [illegible] کے رُوٹ کے بارے میں انگریزی محققوں کی بے چارگی اور بے مائگی واضح ہے۔

(۳)

(۱) Sun = SN۔ سَنا۔ روشنی۔ سُورج پر اطلاق صحت وجہ تسمیہ کے:

(۲) Shine = SN ـ سَنا ـ روشنی

(۳) Son = SN ـ صِنو ـ بیٹا

(۴) Senile ـ بوڑھا SN ـ سَنِہ ـ بوڑھا ہونا

(۵) Sine[1] ـ مڑنا SN ـ ثَنیٰ ـ موڑ

(۶) Sine[2] ـ بغیر SN ـ ثُنیّہ ـ استثناء

(۳)

(۱) Bear ـ پیدا کرنا BR ـ بَرَأ ـ پیدا کرنا

(۲) Bore ـ سوراخ کرنا BR ـ اَبَرَ ـ سوئی چبھونا یعنی سوراخ کرنا۔

(۳) بُریدن ـ چیرنا BR ـ بحَر ـ چیرنا ـ

(۴) باڈ ـ واڈ ـ Bar = VR ـ وَعَر ـ روکنا ـ ہٹانا

(۵) Brow ـ ابرو = BR ـ عَبَر ـ کنارہ

(۶) Bury ـ چھپانا = BR = VR ـ وَرّی ـ چھپانا ـ

وقال اللہ تعالیٰ "کیف یُواری سوءۃ اخیہ"

BR = نَبَرَ ـ کھودنا ـ چھپانا

قَبَرَ ـ دفن کرنا ـ چُھپانا

یہ دونوں بھی روٹ ہوسکتے ہیں مگر Bury کے محلِ استعمال کے لحاظ سے وَرّی بہتر روٹ ہے۔

(۴)

(۱) Cape ـ چوٹی ـ CP ـ قُحف ـ چوٹی

(۲) Cap ـ سر ـ CP ـ قَبّ ـ سر

(۳) Cope[1] ـ کوٹ ـ CP ـ قبا ـ کوٹ

(۴) Cope[3] ـ مقابلہ کرنا ـ CP ـ کِفاح ـ مقابلہ

(۵) Copious ـ کثیر ـ CP ـ کَفیٰ ـ کافی ہونا

(۶) [illegible] ـ نقل کرنا ـ CP ـ قَفا ـ پیروی کرنا

نوٹ:۔ انگریزی والوں نے ۵ اور ۶ کا روٹ ایک ہی دیدیا ہے ـ یعنی کفیٰ ـ حالانکہ Copy کا روٹ قفا چاہیئے ـ حروفِ تہجی کی اس قسم کی غلطیاں آئندہ ایک مستقل عنوان کے ماتحت آئیں گی ـ انشاء اللہ ـ

(۵)

(۱) Rogue ـ شریر ـ RG ـ [illegible] ـ شریر ہونا

(۲) Rag ـ RG ـ رُقعہ ـ کپڑے کا ٹکڑا

(۳) Rage ـ RG ـ رَغی ـ ناراض کرنا ـ

(۶)

(۱) Foal ـ بچھیرا ـ FL ـ فِلو ـ بچھیرا

(۲) Fail ـ دھوکا دینا ـ FL ـ فَلَح ـ دھوکا دینا

(۳) Fool = FL = BL = بَلِہَ ـ بے وقوف ہونا

(۴) Fly[4] ـ چُست ـ FL ـ فَحل ـ چُست آدمی

(۷)

(۱) Fare ـ چلنا ـ FR ـ فَرَیٰ ـ چلنا

(۲) رفتن ـ RF = FR ـ " " "

گویا فَری فارسی میں مقلوب ہوگیا ہے ـ

(۳) furious = FR ـ فَور ـ جوش

فیّور ـ سریع الغضب

(۴) fair ـ خوبصورت ـ FR ـ فراھۃ ـ خوبصورتی

fairy ـ FR ـ فُرہ ـ خوبصورت (لڑکا ـ لڑکی)

(۵) پری = FR ـ فُرہ ـ خوبصورت لڑکی

(۶) fire = FR = VR ـ وَرِیَ ـ آگ نکالنا ـ

قولہٗ نارالتی تُورُون ـ امام راغب فرماتے ہیں

"واصلہ ان یخرج النار من وراء المقدح ـ

یعنی وَرِیَ سے آگ نکالنے کا مفہوم اسلئے لیا گیا ہے کہ جو چیز پہلے پتھر میں چھپی ہوئی تھی پتھر کے رگڑنے سے وہ ظاہر ہوگئی۔ گویا رُوٹ وَرِیَ میں آگ کی طبعی وجہ تسمیہ اور حکمت مرکوز ہے۔

(۸)

(۱) Shore ۔ کنارہ ۔ SH-R ۔ شَحر ۔ کنارہ ۔ ساحل
شَحَر ۔ کنارہ

(۲) Sear ۔ جُھلسنا ۔ SR ۔ سِیحَرَ ۔ جُھلسنا
پنجابی میں سڑنا جُھلسنے کو کہتے ہیں۔
دوسرا لفظ اردو سڑنا بمعنی گل سڑ جانا = SR = صَرِیَ
دیر تک ٹھہرنے سے متغیّر ہونا۔

(۳) Sire ۔ آقا ۔ SR = سَرَاۃ ۔ سردار ہونا۔

(۴) Share ۔ حصّہ ۔ رُوٹ کے معنی کاٹنا ہیں۔
SHR ۔ شَرَحَ ۔ کاٹ کر جُدا کرنا

(۵) Shear ۔ کاٹنا ۔ SHR ۔ شَرَحَ ۔ کاٹنا

(۶) Sere / Series ۔ جوڑنا ۔ SR ۔ صَرَّ ۔ باندھنا

(۷) Serum (Sero) بہنا ۔ SR ۔ سَایَرَ ۔ جاری کرنا۔

(۸) Sore ۔ درد مند ۔ SR ۔ ذرَح ۔ زخمی کرنا

(۹) Sour ۔ تُرش ۔ SR ۔ حَزَرَ ۔ تُرش ہونا

(۱۰) سیڑھی ۔ SR ۔ سَارَ ۔ چڑھنا

(۱۱) Sorrow ۔ TR = SR ۔ تَرِحَ ۔ غمگین ہونا۔
S کا تبادلہ T میں ایک عام بات ہے۔

(۱۲) Shire ۔ ضلع ۔
SHR ۔ شہر

(۹)

(۱) Shape ۔ SHP ۔ شبہ ۔ شکل

(۲) Ship ۔ SHP ۔ سابحہ ۔ جہاز

(۳) Septic ۔ SP ۔ شَأفَ ۔ زخم کی خرابی

(۴) Shave ۔ SV = SF = سَحَفَ (سر) مونڈنا

(۵) Sob ۔ SB = KB = خَبَعَ ۔ سانس بند ہونے سے رونے سے رُکنا (بچّہ)

(۶) Sip = SP ۔ سَفَّ ۔ پینا

(۷) Soup ۔ SP ۔ صبّہ ۔ شوربا

(۱۰)

دَوڑنے کے لئے مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ ہیں۔ ذیل میں کئی زبانوں کے الفاظ درج ہیں جو دَوڑنے کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ اور اصولِ رفعِ تغیّر رکھ کر ہی ان پر غائر کیا گیا ہے۔ یہ نہایت غور طلب الفاظ ہیں۔ (چند الفاظ ان میں سالم اور مضاعف بھی ہیں)

انگریزی

(۱) Heat = HT = حَتًّا ۔ دوڑنا

(۲) Run = RN = NR ۔ نَارَ ۔ دوڑنا

(۳) Flee = FL = فَلَّ ۔ دوڑنا

(۴) Race = RC = عَرَقَ ۔ دوڑنا

لاطینی

(۵) Cape ۔ es ۔ CP = کَفَا ۔ بھاگ جانا

نوٹ:۔ آکسفورڈ ڈکشنری والے نے اِس کا رُوٹ Cape بمعنی کوٹ دیا ہے جو کہ CP = قبا ۔ کوٹ ہے۔ گویا کہ رُوٹ نہیں ملا تو قبا ہی اِس کا رُوٹ

بدید یا ہے۔

گندم بروزہ اگرچہ گندہ است مگر ایجاد بندہ است

اس قسم کے سینکڑوں مضحک روٹ الو محققین کی تحقیق کی قلعی کھولتے ہیں مضحکات کا باب آئندہ آئے گا۔

(۶) Curro = CR = کرا - تیز دوڑنا

(۷) dromos = DRM = دَرَم - چھوٹے قدموں سے دوڑنا۔

(۸) mes = M = مَاعَ - دوڑنا

---

(۹) Dash - (اس کا روٹ انگریزی والوں کو نہیں ملا) شَدَّ - SHD = DSH - تیز دوڑنا

(۱۰) Flush - (اس کا روٹ بھی نہیں ملا) VLS = FLS - وَلَس - تیز چلنا

(۱۱) Leap کا روٹ ہے hleapan بمعنی دوڑنا = HLP = هَلَبَ - دوڑنا

فارسی

(۱۲) دویدن = دو = عدوا - دوڑ

(۱۳) رمیدن = RM = رَمَحَ - سرپٹ دوڑنا

(۱۴) تگیدن = TG = اَعنق - تیز چلانا (گھوڑا)

تگیدن خصوصیت سے گھوڑے کے دوڑنے پر مشتمل ہے - حتیٰ کہ تگاور گھوڑے کو کہتے ہیں۔

اردو یا ہندی

(۱۵) بھاگنا = ب ق = اَبَقَ - بھاگنا

(۱۶) دوڑنا = در = دَرَّ - دوڑنا

پنجابی

(۱۷) نسنا = NS = نَاصَ - دوڑنا

(۱۸) نٹھنا = NT = نَطَّ - دوڑنا

(۱۹) بھجنا = ذ = BJ = FJ = اَفَاجَ - دوڑنا

(۲۰) شوٹ = SHT = شَطَّ - دوڑ

سنسکرت

(۲۱) دھاوا = دو = عدوا - دوڑ

گویا دویدن اور دھاوا ایک ہی روٹ سے ہیں۔

(۲۲) پلاّ - PL = فَلّ - دوڑنا

ف ۱ - مختلف زبانوں کے یہ الفاظ ہیں اور ہم نے ان کو حل کرنے میں اصول رفع لین یا اصول رفع تکبیر ہی عائد کیا ہے جب دو کانسونینٹ واول گرا کر باقی رہے تو حروف تکبیر (ع۔ا۔ہ۔ح۔و۔ی) نے ہی اس کمی کو پورا کیا۔

ف ۲ - عربی زبان میں ابھی دو سو کے قریب اور الفاظ ہیں جو مختلف قسم کی دوڑ کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں پس اگر کسی زبان میں کوئی اور الفاظ دوڑنے کیلئے ہوں تو ہم تا امکان ان کا عربی اخذ اصولی لحاظ سے نکال سکیں گے۔ الّا ماشاء اللہ۔ ہم نے بعض الفاظ دوڑنے کے مفہوم کو ادا کرنے والے بعض زبانوں کے یہاں درج نہیں کئے کیونکہ وہ دیگر فارمولوں سے آئندہ حل ہوں گے۔

ف ۳ - اب یہ علمی بحث ہے - جہالت اور تعصب یہاں دم نہیں مار سکتے - کیا کوئی زبان ہے جو ان بائیس الفاظ کو اصولی طور پر حل کر سکے یا اس قدر کثیر مترادفات دوڑنے کے مفہوم کے لئے پیش کر سکے - اسپن لوئن ص

کی عبارتِ ذیل پر نظر ڈالیں:-

ف۲ "وکانت دار العربیة آنق من حدیقة زهر، وخمیلة شجر مارئی اهلها حر الهوی، ولا حرق الجوی، ذات عقیان وعقار، وغرب ونضار، وحدائق وانهار، وزهر وثمار، وعبید واحرار، وجرد مربوطة، وحدبة مغبوطة، وعمارات مرتفعة، ومجالس منعقدة مزیّنة، ثم انتشرت عقود الزحام من الفساد، واخذوا ما راج من الزاد، واحتمل کل بحسب الاستعداد، ورکبوا متون مطایا التفرقة والتضاد، وبدّلوا الصور بتبدّل السداد۔

یعنی عربی کا گھر پھولوں کے باغ اور سبز درختوں کی جھاڑی سے زیادہ خوشنما تھا اور اُسکے اہل نے کسی خواہش کی گرمی اور کسی بھوک کی آگ نہیں دیکھی تھی اور یہ کہ صاحبِ داود مال اور چاندی اور خالص سونے کا مالک تھا اس میں باغ تھے اور اس میں نہریں تھیں اور پھل تھے اور غلام تھے اور آزاد تھے اور عمدہ عمدہ گھوڑے اس کے طویلہ میں تھے اور قابلِ رشک، حشمت اور دولت تھی۔ اور اونچی عمارتیں اور خوب سجی ہوئی مجلسیں تھیں۔ پھر وہ تمام مجلسیں فساد کی وجہ سے اُٹھ گئیں۔ پس انہوں نے سفر کیا اور جو کچھ توشہ ملا وہ ہمراہ لے لیا۔ اور ہر ایک نے اپنی حسبِ استعداد توشہ اُٹھا لیا اور تفرقہ اور اختلاف کی سواریوں پر سوار ہو گئے۔ اور بوجہ ترکِ سداد اپنی صورتوں کو بدل ڈالا"۔

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ جب بنی نوع انسان متفرق اور پراگندہ ہوئے تو انہوں نے حسبِ استعداد عربی کے خوانِ یغما سے زادِ راہ لیا اور اُسی کے بہارستانِ لغات سے الفاظ کی خوشہ چینی کی۔ چنانچہ مندرجہ بالا بائیس[۲۲] الفاظ جو دُودھ کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں اسی خوشہ چینی کا ثبوت ہیں۔ پس کثیر الفاظ تو زبانوں میں ایسے ہیں جو الگ الگ ہیں۔ ہاں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو کئی زبانوں میں مشترک ہیں لیکن دونو قسم کے الفاظ کا آخری ماخذ اور منبع عربی ہی ہے خواہ وہ مختلف زبانوں کے مختلف الفاظ ہوں خواہ بعض زبانوں میں مشترک الفاظ ہوں۔

"وکلما یرد لفظ الی منتهی مقام الرد، ویفتش اصله بالجهد والکد، فتری انّه عربیّة ممسوخة، کانّها شاة مسلوخة وتری کل مضغة من ابداء عربی مبین۔

"اور جب کوئی ایک لفظ اس کی اصل تلاش کرتے کرتے محنت اور کوشش کے ساتھ انتہائی درجہ تک پہنچایا جاوے۔ پس تو دیکھے گا کہ وہ عربی مسخ شدہ ہے۔ گویا کہ وہ ایک بکری ہے جس کی کھال اتار لی گئی ہو اور تو ہر ایک اس کے ٹکڑے کو عربی کے ٹکڑوں میں سے پائے گا۔"

(منن الرحمٰن صٰش)

ف ۵۔ اصول رفع تکبیر کے لئے مختلف جوڑے حروف سمجھنے کے لئے کہ مزید وضاحت ہو سکتی ہے لیکن مندرجہ بالا مثالیں میرے نزدیک کافی ہیں۔ یاد رہے کہ لاطینی روٹ بہت چھوٹے اور بالعموم دو حرفی ہوتے ہیں اور اُن کا عمل عموماً اصول رفع تکبیر کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ نیز بامعنی سابقے لاحقے بھی اسی طرح حل ہوتے ہیں۔

ف ۶۔ گذر چکا ہے کہ بنیادی فارمولے صرف دو ہی ہیں۔ یعنی رفع لبن اور رفع تکبیر۔ باقی شاخ در شاخ جو اصول آئندہ آئیں گے وہ بالآخر انہی دو اصول کے مظاہر ہوں گے۔

تکسیر کبیر!

جب واول گرا کر صرف ایک کانسونینٹ باقی رہے تو پھر حروف تکبیر میں سے کوئی دو زائد کرنے سے عربی ماخذ بر نہجِ مصدر ثلاثی دستیاب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہر کانسونینٹ پر یہ اصول منطبق ہو سکتا ہے۔ یہاں

صرف حرف D کی مثالیں دی جاتی ہیں:۔

(۱) Die۔ مرنا = D = ضَاع۔ ہلاک ہونا۔ (D = ض)

(۲) Do۔ کرنا = D = عَدّ۔ تیار کرنا

(۳) Idea۔ خیال = D = عَدّ۔ خیال کرنا

(۴) odd۔ عجیب = D = وحدۃ۔ عجوبہ

(۵) odd۔ طاق = D = اَحَد۔ ایک

(۶) dus۔ گھسنا = D = دَاۃ۔ گھسنا

(۷) Aid۔ مدد کرنا = D = اَیَّد۔ مدد کرنا

(۸) ede / ead } کھانا = D = عَضّ۔ دانتوں سے کاٹنا۔

یہاں D بدل ہے ض کا۔ وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

تلک مائۃ و امثالھا کثیرۃ جداً

ایک اور مکتوب میں ڈاکٹر اقبال نے صراحت سے لکھا ہے کہ:-

"جوع الارض کی تسکین کے لئے
جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے۔
علیٰ ہذا القیاس دین کی اشاعت کیلئے
تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔"

(مکاتیب جلد ا صفحہ ۲۰۲)

مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اقبال دراصل احمدیہ نقطۂ نگاہ سے اتنا متاثر ہے کہ وہ اپنے بعض مخالفانہ عقائد کے باوجود اس نقطۂ نگاہ کو دبا نہیں سکا۔ مسئلہ جہاد کی منع جبر بالاشتریع میں اقبال نے احمدیت کے پیش کردہ خیال کو لفظاً لفظاً اپنایا ہے اور کامل روحانی انسان یا نفوذ روحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے عقیدہ میں بھی انہوں نے احمدیت کے نقطۂ نگاہ کو درست تسلیم کیا ہے۔ وہ عمر بھر یہ تمنا کرتے رہے کہ اے کاش! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس ملک ہند میں تشریف لائیں اور اپنی روحانی بلند مرتبہ شخصیت کے ذریعہ مسلمانوں پر دین حق کو بے نقاب کریں اور غیر مسلموں پر اسلام کے فضائل کو اپنی قوت قدسیہ سے ثابت کریں۔ آپ اپنے روحانی پیغام کے ذریعہ دنیا کو صلح اور آشتی کی طرف دعوت دیں اور اخلاقی بنیادوں پر دنیا کے امن کو استوار کریں۔

ان حالات میں یہ کہنا غلط ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے اپنی عمر کے آخری چند سالوں میں سلسلہ احمدیہ کی مخالفت بعض دینی عقائد کی بنا پر کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ شاعر اس مرحلہ پر سیاسیات کی رو میں بہہ گیا اور اسے قیادت اور اقتدار کے چند رسنے جادۂ استقامت سے منحرف کر دیا تھا ورنہ ساری عمر تو اقبال احمدیت کے نظریات کی اشاعت کرتا رہا۔ جماعت احمدیہ کو ٹھیٹھ اسلامی جماعت کہتا رہا۔ بہرحال میں اس مضمون کے ذریعہ اقبال کے چاہنے والوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ سنجیدگی سے احمدیت کے نقطۂ نگاہ کو سمجھیں اور غور و فکر کے بعد آزادانہ رائے قائم کریں ٭

اطلاعات

(۱) بعض ہنگامی حالات کے باعث فروری، مارچ ۵۳ء کا رسالہ اکٹھا اور چھوٹے حجم پر شائع کیا جا رہا ہے۔ الفرقان کی اشاعت کیلئے ہر ماہ کی بیس تاریخ مقرر ہے۔

(۲) اس دفعہ عربی زبان کے اسباق اور استفسارات کے جوابات بوجہ شامل اشاعت نہیں ہو سکے۔ انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں درج ہوں گے۔

(۳) تمام خریدار اصحاب سے درخواست ہے کہ جن کے ذمہ بقایا ہے، نیز جنہوں نے ابھی تک اس سال کا چندہ ارسال نہیں فرمایا وہ براہ مہربانی بہت جلد اپنے ذمہ کی رقوم ارسال فرما دیں۔

ہندوستان کے خریدار اپنا چندہ امانت الفرقان دفتر محاسب قادیان میں جمع کرا کر مطلع فرمائیں۔

(مینیجر)

خدا تعالیٰ کی ازلی و ابدی سُنّت!

(نتیجۂ فکر مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر فاضل)

خدا کی ہے یہی سُنّت ازل سے تا ابد جاری
گنہ کا گرم جب بھی دہر میں بازار ہوتا ہے

جہاں میں بھیج دیتا ہے وہ تب کوئی بشر ایسا
حقیقت میں جو خلق اللہ کا غمخوار ہوتا ہے

مٹاتا ہے وہ سب طور و طریقے اہل باطل کے
جہاں میں اِک نئی تعمیر کا معمار ہوتا ہے

لرز جاتے ہیں جس کی ضرب سے ایوان باطل کے
زمیں پر سر بسجدہ ہر در و دیوار ہوتا ہے

یقیں پرور کلام اس کا مٹاتا ہے گماں سارے
تزلزل میں جہاں کا عالمِ افکار ہوتا ہے

مگر دُنیا کے بیٹے سب ہی دشمن اسکے ہو جاتے
بہت ہی مختصر سا حلقۂ انصار ہوتا ہے

گروہ اِک حق پرستوں کا اِدھر دیتا ہے ساتھ اسکا
اُدھر سارا زمانہ بر سرِ پیکار ہوتا ہے

اگرچہ ان کی منزل جنت الفردوس ہوتی ہے
مگر رستہ زمانے کا بہت پُرخار ہوتا ہے

بہت ظلم و ستم ان پر کیے جاتے ہیں دنیا میں
ہر اک سفّاک و ظالم درپئے آزار ہوتا ہے
ہزاروں بے گناہوں کا جہاں میں خون ہوتا ہے
کہ جن کے خون پر خود آسماں خونبار ہوتا ہے
متاعِ زندگی تک لوٹ لیتے ہیں جہاں والے
مگر ایمان میں محکم ہر اک دیندار ہوتا ہے
یہاں تک نصرتِ حق آسماں سے خود اترتی ہے
خدا کی قدرتوں کا کچھ عجب اظہار ہوتا ہے
دھرے رہ جاتے ہیں ہتھیار سارے اہلِ باطل کے
ہر اک منصوبہ اُن کا اُس گھڑی بیکار ہوتا ہے
"خدا کے نیک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب"
عدوِ حق زمانے میں ذلیل و خوار ہوتا ہے
یہی سُنّت خدا کی پھر سے پوری ہونیوالی ہے
وہی کچھ آج بھی ہوگا کہ جو ہر بار ہوتا ہے
مسیحِ پاکؑ کے دشمن رہیں گے خائب و خاسر
عدوِ حق کا حربہ آخرش بیکار ہوتا ہے
وہ مومن جس کا ایمانِ براہیمی میں حصّہ ہے
اگر چاہے تو دوزخ بھی گل و گلزار ہوتا ہے
ظفرؔ جب سرکشوں کی سرکشی بڑھتی ہے دُنیا میں
تو پھر اُن کے مٹانے کو خدا تیار ہوتا ہے

المقتبسات!

(۱) "حکومت پاکستان کا اعلامیہ"

حکومت پاکستان نے ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کو جو سرکاری اعلان شائع کیا، اخبار زمیندار نے اس کا اردو ترجمہ عنوان بالا کے ماتحت بطور افتتاحیہ شائع کیا جو درج ذیل ہے:-

"ملک کے بعض حصوں میں جماعت احمدیہ کے متعلق جو فرقہ وار تحریک جاری ہے اس کے ارتقاء کی نمایاں خصوصیات سے عوام بے خبر نہیں ہیں۔ اس تحریک کے علمبرداروں نے اب حکومت کو تحکمانہ چیلنج دیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات کو تسلیم نہ کیا گیا تو وہ ڈائرکٹ ایکشن کریں گے۔ اس تحریک کا آغاز احرار نے کیا تھا اور اگرچہ بعد میں اس کی تائید بعض دوسرے عناصر نے بھی کی لیکن اسے چلانے والے اب بھی احرار ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے احرار مسلمانوں کی جد و جہد آزادی کے شدید ترین اور دیرینہ مخالف تھے اور انہوں نے ان جماعتوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا جو حصول پاکستان کے لئے کوشاں تھیں۔ بلکہ بہت سے احرار لیڈر کانگرس میں شامل ہو کر ایسی جماعتوں سے مل کر کام کرتے رہے جو تحریک آزادی کی دشمن تھیں۔ احرار نے اپنی تخریب پسندانہ سرگرمیوں کو قیام پاکستان کے بعد بھی ترک نہیں کیا بلکہ اس بات کا قطعی ثبوت موجود ہے کہ احرار نے اب تک پاکستان کو تسلیم ہی نہیں کیا اور وہ ملک کے دشمنوں سے مل کر نہ صرف مسلمانوں میں افتراق و نفاق پھیلا رہے ہیں بلکہ پاکستان کے استحکام پر عوام کے اعتماد کو بھی متزلزل کرنے کے درپے ہیں۔ احرار کی موجودہ ایجی ٹیشن کا مقصد بھی ایک مذہبی تحریک کے پردے میں ملت اسلامیہ کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے اور پاکستان کے مفاد کو نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اب تک یہ ایجی ٹیشن عام جلسوں میں اشتعال انگیز تقریروں اور بعض اخبارات میں تحریروں کے ذریعے سے جاری رہی جس کے نتیجہ میں بعض مقامات پر امن شکنی اور لاقانونی کے واقعات بھی رونما ہوئے لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے علمبرداروں نے پورے ملک میں فتنہ و فساد پھیلانے کا تہیہ کر لیا ہے تاکہ حکومت اور عوام کو اپنے تحکمانہ مطالبات کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر ہمارے مطالبات منظور نہ کئے گئے تو وہ براہ راست قدم اٹھائیں گے۔ دنیا کی کوئی حکومت اپنے آپ کو ڈائرکٹ ایکشن سے مرعوب ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ لہٰذا حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے تمام تر ذرائع استعمال کرے گی۔ حکومت تمام متعلقہ عناصر کو متنبہ کر دینا چاہتی ہے کہ اگر اس تحریک کے علمبرداروں

کے الٹیمیٹم کے نتیجہ میں امن عامہ میں کوئی خلل واقع ہوا تو قانون یقیناً حرکت میں آئیگا اور جو لوگ قانون شکنی کے مرتکب ہونگے انکو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ بایں ہمہ حکومت کو اُمید ہے کہ اس تحریک کے علمبردار ہوشمندی سے کام لیں گے اور وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرینگے جس سے امن عامہ میں خلل پڑتا ہو یا ان تخریب پسند عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو جو عوام کے اعتماد کو ایک ایسے وقت میں متزلزل کر رہے ہیں جب پاکستان کو بعض اہم ترین اندرونی اور بیرونی مسائل کا سامنا ہے۔ حکومت عوام کے ہر طبقہ سے اپیل کرتی ہے کہ وہ کسی غیر آئینی حرکت کو برداشت نہ کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی ایسی سرگرمی نہ دکھائی جائے جس سے پاکستان کی وحدت اور سالمیت کے خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔"

(زمیندار لاہور یکم مارچ ۱۹۵۳ء ص ۳)

(۲) مولوی اختر علی خان کی تحریک ختم نبوت سے علیحدگی

روزنامہ تسنیم لاہور لکھتا ہے:-

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کل رات کو ڈھائی بجے جس وقت پولیس مولانا اختر علی خاں کو ختم نبوت کے ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں گرفتار کرنے کے لئے ان کے مکان پر پہنچی تو انہوں نے حکومت کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں تحریک ختم نبوت سے علیحدگی کا اظہار کیا ہے۔

انہی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا اختر علی خاں نے جو تحریر دی ہے اسمیں کہا ہے کہ وہ ڈائرکٹ ایکشن کے خلاف ہیں اور گورنر جنرل، وزیر اعظم اور وزراء اعلیٰ کے گھیراؤ پکٹنگ کرنے کے بھی خلاف ہیں نیز جلسے، جلوس، نعرے وغیرہ کو بھی وہ پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں۔ اور اب ختم نبوت کی تحریک جس مرحلہ اور جس صورت تک پہنچ گئی ہے وہ اس سے بھی متفق نہیں ہیں اور اب ان کا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

(تسنیم لاہور ۲ مارچ ۱۹۵۳ء)

(۳) حکومت کے اعلامیہ پر اہم ترین اخبارات کے تبصرے

(الف) روزنامہ "ڈان" کراچی لکھتا ہے:-

"پریس نوٹ کے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ حکومت نے اپنی ذمہ داریوں کو پہلی مرتبہ محسوس کیا ہے۔

حکومت نے مختلف مواقع پر مضبوط قدم اُٹھانے کی بجائے جس کمزوری اور تذبذب کا مظاہرہ کیا ہے اور رجعت پسند عناصر کو خوش کرنے کی جو پالیسی اختیار کی اور مشکل مسئلے پر ٹال مٹول اور گریز کا جو طریقہ اختیار کیا اسے دیکھ کر لوگ حیرت زدہ تھے کہ آیا حکومت نام کی کوئی چیز اس ملک میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ پریس نوٹ کا یہ مضبوط اور سخت لہجہ اور مذہب کے نام پر شروع ہونے والی غلط اور تخریب پسند تحریک کو کچلنے کیلئے حکومت نے آخر کار جو سخت قدم اُٹھایا ہے اس سے لوگوں کا یقین پھر سے بحال ہو جائیگا اور اُن کے حب وطن کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت صرف اسی خاص مسئلے میں نہیں بلکہ اس قسم کے تمام معاملات سے عہدہ برآ ہونے کیلئے اسی مضبوطی اور عزم سے کام لیگی۔" (ڈان بحوالہ تسنیم ۴ مارچ ۱۹۵۳ء)

(ب) روزنامہ آفاق لاہور لکھتا ہے :-

"راست اقدام نے انتہائی طور پر افسوسناک صورت حال پیدا کر دی ہے جس کا مقصد عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ نہیں بلکہ محض برسر اقتدار طبقہ سے غلط طور پر اپنی بات منوانا ہے جس کا اپنی جگہ عقیدۂ ختم نبوت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ملکی سیاسیات میں اس مقدس عقیدہ کی آڑ میں دانستہ انتشار پیدا کرنا ہے۔

یہ درست اور بجا ہے کہ کسی اسلامی ملک میں کسی غلط عقیدے کو کوئی سہارا نہیں ملنا چاہئیے لیکن یہ بھی اتنا درست ہے کہ کبھی کسی اسلامی سلطنت میں کسی غلط عقیدہ کی بنا پر کسی سیاسی حق سے محروم کرانے کیلئے ختم نبوت کے عقیدے کی آڑ نہیں لی گئی۔" (آفاق ۳ مارچ ۱۹۵۳ء)

(ج) بنگالی روزنامہ "آزاد" ڈھاکہ (بنگال) کی رائے :-

"ڈھاکہ ۴ مارچ ـ مقامی بنگالی روزنامہ "آزاد" نے قادیانیوں کے خلاف تحریک کے سلسلہ میں گیارہ ممتاز علماء کی گرفتاری پر تبصرہ کرتے ہوئے اس بات پر مسرت ظاہر کی ہے کہ حکومت نے صورت حال کا سختی سے مقابلہ کرنے کیلئے ٹھوس قدم اٹھایا ہے۔ اخبار نے رائے ظاہر کی ہے کہ یہ قدم بہت دیر پہلے اٹھایا جانا چاہئیے تھا۔ ہمیں تعجب ہے کہ اتنی دیر کیوں کی گئی۔

دو کالم کے ایک ایڈیٹوریل میں "آزاد" نے لکھا ہے کہ حکومت کو اس قسم کے اقدام میں ملک کی مکمل حمایت حاصل ہوگی۔ عوام یقینی طور پر مذہب کے پردہ میں تخریبی سرگرمیوں کو برداشت نہیں کریں گے" (اپ) (نوائے وقت ۵ مارچ ۱۹۵۳ء)

(۵) "غیر ذمہ دار لوگوں کی اشتعال انگیزی"

اس عنوان سے روزنامہ تسنیم لکھتا ہے :-

"آج دہلی دروازہ کے ایک جلسہ عام میں "راست اقدام" کی تحریک کے ایک رکن نے عوام کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مکان اور "تسنیم" کے دفتر پر پکٹنگ کرنے کی ترغیب دی اور اس تحریک کے کارکنوں نے ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریک اب ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے جنکو معاملات سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ کونسل آف ایکشن کو ٹوٹنے سے پہلے اس تحریک کے ذمہ دار لیڈروں کے مشورے سے جماعت اسلامی اپنے ذمے ایک کام لے چکی ہے اور وہ اسکو کرتی رہیگی جو لوگ بغیر جانے بوجھے الٹی سیدھی پالیسیاں بنا رہے ہیں وہ مشترک مقصد کو فائدے کے بجائے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ آج مسجد وزیر خاں میں تقریر کرتے ہوئے مولانا اختر علی خاں نے بھی جماعت اسلامی پر حملے کئے۔ مولانا کو اپنی پوزیشن کی جو صفائی دینی تھی وہ ضرور دیتے مگر ان لوگوں کو خواہ مخواہ نشانۂ ملامت بنانا کونسی عقلمندی ہے جو مشترک مقصد کیلئے کام کر رہے ہیں۔"

(تسنیم ۲ مارچ ۱۹۵۳ء)

(۶) چھ شیعہ لیڈروں کا اعلان

اخبار نوائے وقت لاہور لکھتا ہے :-

"لاہور ۳ مارچ ـ لاہور کے چھ شیعہ لیڈروں نے احرار کنونشن کی طرف سے جاری کردہ قادیانیوں کے خلاف تحریک سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ ان شیعہ لیڈروں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے۔ بیان پر مولانا شبیر حسین بخاری سیکرٹری تحفظ حقوق شیعہ، مولانا عبدالغفور (جامعہ امامیہ) مولانا محمد حسین، مولانا محمد باقر، سید عابد حسین اور صغر علی کے دستخط ثبت ہیں۔ (اپ پ)"

(نوائے وقت ۵ مارچ ۱۹۵۳ء)

بقیہ صفحہ ۱۶۵

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کی یہ صفات ذکر کر کے عیسائیوں پر اتمامِ حجت کا طریق بتایا ہے۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ صفات کا تو بوجہ عداوت انکار کرتے تھے حضرت یحییٰؑ کی صفات تو اُن کی مسلّمہ کتاب انجیل سے ثابت ہیں اُن کا انکار نہیں کر سکتے۔ پس ایسی ہی صفات کی وجہ سے اگر وہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا قرار دیں گے تو انہیں حضرت یحییٰؑ کو بھی خدا قرار دینا پڑیگا۔ گویا صفاتِ یحییٰؑ کے ذکر میں عیسائیوں کے اِس دعویٰ کی تردید ہے کہ حضرت مسیح غیر معمولی صفات رکھتے تھے اور وہ ان میں یگانہ تھے۔ گویا مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ عیسائیوں کا مقابلہ اُن کے مسلّمات کی رُو سے کرو۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ اس پر پیدائش کے دن بھی سلامتی ہوگی اور اس دن بھی جب وہ مریگا اور پھر جب وہ اُٹھایا جائیگا۔

اسجگہ سلامٌ سے رُوحانی سلامتی مراد ہے ورنہ جسمانی سلامتی کا تعلق یوم یموت سے نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہر زمانہ میں روحانی امراض سے محفوظ رہیگا۔

اس آیت میں بھی حضرت مسیح کے امتیاز وسلامٌ علیّ یوم وُلدتُّ ویوم اموتُ ویوم اُبعثُ حیًّا میں حضرت یحییٰؑ کو بھی شریک کیا گیا ہے۔

نعت سیّد الانبیاء حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم

(از قصیدہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام)

عجب نوریست در جانِ محمد — عجب لعلیست در کانِ محمد
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمد
خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را — کہ باشد از عدوّانِ محمد
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوانِ محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش — محمّد ہست برہانِ محمد
سرے دارم فدائے خاکِ احمد — دلم ہر وقت قربانِ محمد
بکارِ دیں نترسم از جہانے — کہ دارم رنگِ ایمانِ محمد
بسے سہل است از دنیا بریدن — بیادِ حُسن و احسانِ محمد
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من — کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمد

دگر اُستاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد

ضروری اعلان

رسالہ الفرقان اب مجلس مرکزیہ انصار اللہ کا آرگن قرار پا گیا ہے۔ اسکے ادارت کے فرائض بدستور میرے سپرد ہیں۔ اس انتظام سے یہ فائدہ ہوگا کہ اب یہ شخصی چیز کی بجائے جماعتی آرگن بن گیا ہے اور یہ صورت ہر قسم کے حالات میں اسکی پائیداری اور باقاعدگی کی ضامن ہوگی۔ انشاء اللہ

میں نے یہ رسالہ اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر ستمبر ۱۹۵۱ء میں جاری کیا تھا۔ احباب نے میرے ساتھ پورا تعاون فرمایا۔ مجلس مرکزیہ انصار اللہ چاہتی تھی کہ انکے دینی مقاصد کی تکمیل کیلئے انکا اپنا آرگن ہو۔ میں نے اسمیں خوشی محسوس کی کہ مجلس رسالہ الفرقان کو اپنا لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے۔ فالحمد للہ

یہ رسالہ قرآنی علوم کی اشاعت کے پیش نظر جاری کیا گیا ہے اور یہی نصب العین ہمیشہ مدنظر رہیگا۔ ہاں اس رسالہ میں مخالفین احمدیت کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے جائینگے۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ اس رسالہ کو علمی اور تبلیغی لائنوں پر ایک معیاری رسالہ بنایا جائے جس کیلئے میں اہلِ قلم احباب سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں۔ احباب کو رسالہ کی خریداری کی طرف بھی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ رسالہ کی علمی اور تبلیغی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ تمام مجالس انصار اللہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اپنے آرگن الفرقان کی اشاعت کیلئے خاص اہتمام فرما دیں۔

خاکسار

ابو العطاء جالندھری

ایڈیٹر الفرقان و قائد تبلیغ مرکزیہ انصار اللہ

مکہ معظمہ میں جناب گورنر جنرل پاکستان کی تقریر!

مسلمانوں کے زوال و انحطاط کی ذمہ داری خود ان پر ہے!!

[۲۲ جمادی الآخرۃ ۱۳۷۲ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو پاکستان کے گورنر جنرل جناب ملک غلام محمد صاحب نے مکہ معظمہ میں ایک تقریر فرمائی۔ مکہ مکرمہ کے مشہور اخبار "اُمّ القریٰ" نے اس تقریر کو شائع کیا ہے۔ ہم "اُمّ القریٰ" سے اسے نقل کرتے ہیں۔ افادۂ عام کے لئے ترجمہ بھی دیا گیا ہے ——— (ایڈیٹر)]

"ليس بوسعى ان اعبر تماما عن شعورى العميق بالامتنان على هذا الاستقبال الحار الذى لقيته فى كلّ مكان اثناء زيارتى القصيرة للارض المقدسة.

وانّنى ممتن جدّا لصاحب الجلالة الملك ابن سعود الذى هو اخ كبير لى و الذى ترك كرمه وحبّه فى قلبى ذكرى خالدة؛ وأنا واثق بأن زيارتى سوف تدشن عهداً من الصلة الوثيقة والاتحاد بين الباكستان والبلاد العربية السعودية.

لقد وجدت الباكستان من اجل هدف واحد هو خدمة قضية الاسلام و مسلمى العالم ولم تقم هذه الدولة الفتية على اساس تعشق القوة كما أنه لم يكن الدافع لوجودها أية رغبة لاستعمال قوتها أو نفوذها لما فيه ايذاء مصالح الانسانية الكبيرة والسلام.

ولم توجد هذه الدولة أيضاً بقصد للتآمر لتشكيل كتل جديدة؛ واننى أكرر بأن جوهر الباكستان هو اداء الخدمة اللانفعية للعالم الاسلامى.

وانه لمما يبهج ان نلاحظ موجة الحرية الجديدة فى العالم الاسلامى؛ اذان عددا من الدول الاسلامية الجديدة قد برزت الى الوجود أو أنها حصلت على الاستقلال خلال السنوات القليلة الاخيرة منها الباكستان؛ وأندونيسيا؛ و ليبيا؛ فى حين ان مبدأ تقرير المصير و الحرية آخذ فى الانتشار بين المسلمين فى افريقيا وغيرها۔ وان الاخذ بيد هذه الشعوب لنيل حريتها كما كانت تعمل باكستان لا يمكن اعتباره من قبل أصحاب التفكير السليم بأنه رغبة فى السعى وراء القوة، ولن يكون ذلك الّا خدمة فى سبيل قضية الاسلام.

ان على اهالى هذه المدينة المقدسة

أن يتأملوا بتعمق أسباب نهوض وانحدار الامم الاسلامية فان نور العقيدة والهداية المضيء الذى أضاء فى نفس هذه المدينة والذى سرعان ما أنار الزوايا الحالكة المظلمة فى العالم قد اصبح خافتا وانا آسف لأن أقول ان ذلك قد وقع بسبب اخفاق شعوبنا وزعمائنا وقادتنا، وان مسئولية الانهيار الحالى للاسلام تقع على عاتق المسلمين انفسهم؛ ودعونى اوضح لكم ما أعنى، لقد قام الاسلام على الحق والتسامح وخدمة الانسانية. وكان التوحيد هو محوره الاساسى والحث على السعى فى سبيل الله. وقد فاضت هذه المثل عن قوى جلبت ازدهار التفكير والمؤسسات الانسانية. وقد ذهبوا الى ابعد من الرغبة فى القوى السياسية بأن ساعدوا على توسيع نطاق سمعة الاسلام فى سبيل مجد الله الخالد. وهكذا اندمج المسلمون قدما متأثرين بهذه المثل واصبحوا مثلا للعالم اجمع؛ فكانوا حملة مشاعل الفنون والعلوم والمعرفة وكانوا هم الذين ساعدوا على قيام اسس النهضة فى اوروبا فى الوقت الذى كانت فيه ترتع فى دياجير الظلمة.

وهناك مدنيات عديدة اليوم مدينة للاسلام ولمثاليته. وقد ابتعد المسلمون فيما بعد عن مثل الحياة والأخلاق وفضلوا على ذلك حياة البذخ والنساء والقوة و الانحلال. وفقدوا بذلك الدافع لهدف الحياة الصحيح، وغرقوا فى جو الدسائس و الحقد والشره؛ وتدهور المسلمون بسبب هذه الشرور وبسبب انهماكهم وراء التفاصيل والاحقاد سواء كان الدينى منها او السياسى. و قد اهمل كثيرون منا روح الاسلام وفضلوا الانشغال بسفاسف المذاهب؛ فقد نسيت مبادى الاسلام الاساسية فى الاتحاد وحرصه على الاعمال والخدمة اللانفعية والتسامح. وهذا هو ما أعنيه حين اقول: ان مسئولية انحدار المسلمين حالياً تقع على المسلمين انفسهم. اننى اهيب بكم ان تفكروا بهذه الاشياء حين تدخلون بيت الله فعليكم بدل السعى وراء القوة الدنيوية أن تسعوا وراء قوة الاسلام التى هى فى اساسها القوة و الدافع لخدمة شعوب الله فعلينا نحن المسلمين اليوم أن تغير نظراتنا العامة بالكلية. دعونا نتبع مرة اخرى تعاليم القرآن والنبى الكريم، اذ ان هذا هو الاسلام فى أسمى معانيه، وان نشرب روح التسامح نحو الاديان الاخرى هو احد تعاليم النبى الكريم التى يظهر أنهم قد نسوها وانساقوا بدل ذلك وراء التهريج من دون التفهم والادراك الصحيح، وهم بذلك يعتبرون فى عرف الدين اما انهم يبحثون

عن القوة أو تنقصهم استنارة الفكر ليكونوا صالحين لقيادة الشعوب - هنالك اشخاص صالحون، غير ان الصالحين قلة غمرتهم الموجة المنطلقة عن المهرجين بان الاسلام كتاب مفتوح؛ ومن الحق الطبيعي لكل مسلم أن يدرس الاسلام وان يحس بنفسه وبقلبه الوازع الحقيقي - ومرة اخرى فان القرآن يفرض علينا فى ميدان العلم أن نطلب العلم ولو كان علينا ان نذهب فى طلبه بعيدا حتّى الصين (اطلبوا العلم ولو كان بالصين) وقد جعل طلب العلم واجبا على كلّ مسلم ومسلمة (وطلب العلم فريضة علىٰ كلّ المسلمين و المسلمات) ولو كان علينا ان نبحث فى دخائل قلوبنا لوجدنا أننا نحن حملة مشاعل العلم قد أهملنا اهمالاً كلياً علوم الدين و علوم الدنيا - ان أوربا تقيم علومها على أساس ما قدمه المسلمون بينما نحن نجر اذيالنا فى ظلمات الجهل - وقد اعطانا الله جميع الموارد لكننا نفتقر الى معرفة العلوم لاستخدامها لمصلحة المسلمين والانسانية -

ارجو أن تعذرونى اذا تكلمت بصراحة فاننى أشعر انه من الضرورى أن اتكلم بصراحة و بجرأة حتّى تستثار امتنا لوعى جديد يلقى بمسئولية كبيرة علينا جميعا لمثل الاسلام والشعب الاسلامى -

آمل أن تغذوا الدافع الكبير للعمل فى سبيل الله والعقيدة العميقة والبصيرة - على كل مسلم أن يستهدف دراسة علوم الدين و جميع العلوم الطبيعية؛ اذ ان الله قد منحنا الموارد لذلك. دعونا نستفيد منها، حيث اننا فقراء لدرجة تستوجب استقدام أناس من الخارج للعمل فيها - هل فكرتم بسبب لذلك؟ ان عليكم أن تستحوذوا على معرفة تامة بالعلوم الحديثة لنتمكن من افادة شعبنا افادة تامة من موارد الثروة المادية التى وهبنا الله اياها ونستفيد من هذه الموارد لخدمة الاسلام -

ان مصيبتنا هى التحدث بالتفاسير و ايجاد عدم التسامح وعن الطوائف - دعونا نوجد شعبا يعمل بقوة من الله ينعش التقاليد العظيمة، وعظمته خدمة الاسلام، ولننتهز الفرصة كاملة فنهتبل ما سخر الله الرحيم من علوم لفائدة الانسان -

لقد دعوتنى بخطابك خليفة القائد الاعظم - وانى اعتبر نفسى خائنا اذا لم أقل هذه الكلمة وهى انه ليس بيننا الآن فى الباكستان من يمتلك قوة الالهام والنشاط للعمل لا للقول فقط وحظوة التبصر العميق كالتى كان يمتلكها قائدنا رحمه الله فلعل الله برحمته يهدى شعب

الباكستان ليعيش متوخيا هذه المثل العليا - وأنا من جهتي أتوخى خدمة شعبي وانني شاكر لله عز وجل أن أوجد في هذا الدافع للخدمة -

ان ما رأيته في البلاد العربية السعودية قد ملأ قلبي سرورا، ويجعلني كلي أمل بأن هذه البلاد ستنتعش وتتقدم بقيادة وارشاد صاحب الجلالة الملك عبد العزيز بن سعود القدير - ان العمل هو أساس النجاح والمسلمون لا يجب أن يعيشوا عقليا وماديا بعزلة ويقتنعون فقد وهب الله هذه البلاد المقدسة هبات روحية ومادية عديدة فدعونا نتبع الاولى وننقد لمعرفة والعمل للاستفادة من الثانية لمنفعة الشعب فبالوداعة والتسامح وللعمل المتعب والتفكير المتزن والخلق القويم نستطيع الاعتماد على الثقة التامة بالله ان يقود خطواتنا الى الخير -

وكلمتي الوداعية الى اولئك الذين اسعدهم الحظ بالاستيطان في هذه المدينة المقدسة هي انهم كلما صلوا في الكعبة المشرفة فليدعوا بتقديم المسلمين في كل صقع وأدعوا الله الرحيم ان يهب المسلمين الحب والتسامح والرغبة في العمل والمشغف بالبحث عن المعرفة بالدين والآداب والعلوم في خدمة اخوانهم المسلمين وخدمة الانسانية وهذه دعواتي الدائمة وستظل كذلك -

والآن أستأذن منكم وغدا ان شاء الله سأذهب الى المدينة وادعو عند قبر الرسول الاعظم بالنهضة الخلقية والروحية للمسلمين في كل صقع"

ترجمہ:- "میں اس شاندار اور گرمجوشی سے لبریز استقبال کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں جو مجھے اس مقدس سرزمین میں ہر جگہ حاصل ہوا ہے۔ میں اپنے برادرِ بزرگ شاہ ابن سعود کا بہت ممنون ہوں جنکے حسنِ سلوک اور محبت کا دائمی نقش میرے دل پر رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ سفر پاکستان اور بلادِ عربیہ سعودیہ میں اتحاد اور مستحکم تعلق کے لیے مضبوط آغاز قرار پائے گا۔

پاکستان کا قیام صرف خدمتِ اسلام اور مسلمانانِ عالم کی بہبودی کیلئے ہوا ہے۔ اس مضبوط اور نئی سلطنت کا مقصد محض طاقت کا حصول یا ایسی کوئی خواہش نہیں جسکے مدِنظر انسانیت کبریٰ کے مفاد کو کسی نوع کا نقصان پہنچاتا ہو۔ یہ سلطنت نہ کسی جتھے بنا کر کسی سازش کی خاطر معرضِ وجود میں نہیں آئی۔ میں کھلے صاف کہدینا چاہتا ہوں کہ پاکستان صرف عالمِ اسلامی کی بے لوث خدمت کیلئے منصۂ شہود پر آیا ہے۔ یہ امر موجبِ مسرت ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں عالمِ اسلامی میں آزادی اور حریت کی لہر چل پڑی ہے اور کچھ نئی اسلامی سلطنتیں استقلال اور آزادی حاصل کر چکی ہیں جیسے کہ پاکستان اور انڈونیشیا اور لیبیا ہیں اور دوسری طرف افریقہ وغیرہ کے مسلمانوں میں آزادی کی تحریک

نہ ور ڈن پر ہے۔ پاکستان کا آزادی پسند مسلمان اقوام کی امداد کرنا محض عالمِ انسانی اور مسلمانوں کی خدمت کے جذبہ کے ماتحت ہے کوئی صحیح الدماغ انسان اسے طاقت حاصل کرنے کی خاطر قرار نہیں دے سکتا۔

اس مقدس شہر (مکہ معظمہ) کے باشندوں کا فرض ہے کہ اُمّتِ اسلامیہ کی ترقی اور ان کے تنزل کے اسباب پر غور کریں کیونکہ عقیدہ اور روشن ہدایت کا وہ نور جو اس بستی میں چمکا اور جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے تاریک کناروں تک کو روشن کر دیا اب ماند پڑ گیا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے شدید افسوس ہو رہا ہے کہ اس کا موجب مسلمان جماعتوں، ان کے زعماء اور لیڈروں کی ناکامی ہے اور اسلام کے موجودہ انحطاط کی ساری ذمہ داری خود مسلمانوں کے کندھوں پر ہے۔ مجھے وضاحت سے کہنے دیجئے کہ اسلام حقانیت اور رواداری اور خدمتِ انسانی کا مذہب ہے۔ اس کا مرکزی نقطہ عقیدہ توحید اور اللہ کی راہ میں بنی نوع کی خدمت کی ترغیب ہے۔ ان عمدہ تعلیمات کے نتیجہ میں انسانی فکر اور انسانی قوتوں نے شاندار ترقی کی تھی۔ اولین مسلمانوں نے اسلام کے صحیح نظریات سے متاثر ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی بندگی پر بنیاد رکھتے ہوئے اسلام کی نیک شہرت کو وسیع ترین حلقہ میں پھیلایا وہ سیاسی طاقتوں کے مطمحِ نظر اور تصور سے بہت بالا تھے۔ وہ سارے جہان کیلئے علوم فنون اور معرفت کی روشنی کے علمبردار تھے۔ جب یورپ ابھی جہالت کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا اُسوقت یہ اولین مسلمان دنیا بھر میں علمی اور روحانی ترقی کی بنیادوں کو استوار کرنے میں مصروف تھے۔ وہ سب دنیا کیلئے نمونہ تھے چنانچہ آج بھی دنیا کی مختلف تہذیبیں اسلام کی اعلیٰ تہذیب و تمدن کی مرہونِ منت ہیں۔ افسوس کہ بعد ازاں مسلمان اسلامی زندگی کی اعلیٰ تعلیمات اور اخلاق سے دور ہو گئے اور انہوں نے تعیش، عزتوں اور طاقت کے حصول کو ترجیح دیدی اور اس طرح حقیقی زندگی کے جذبہ سے محروم ہو گئے۔ پھر فرقہ بندی، سازشوں، لالچ اور کینہ کا شکار ہو کر مذہبی اور سیاسی طور پر آفت کے گڑھے میں گر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم میں سے بہت نے اسلام کی حقیقی رُوح کو نظر انداز کر دیا اور سطحی اور فروعی بے معنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ اتحادِ باہمی کے متعلق اسلام کے بنیادی اصول بھلا دیئے گئے۔ اعمالِ صالحہ، بے لوث خدمت اور رواداری کو نظر انداز کر دیا گیا۔ میں جب کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے موجودہ تنزل کی ذمہ داری اُن پر ہے تو اس سے میری یہی مراد ہے یعنی یہ کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کو پسِ پشت پھینک دیا ہے۔ اے باشندگانِ حرمِ مقدس! میری آپ سے درخواست ہے کہ جب آپ بیت اللہ میں داخل ہوں تو ان امور پر تدبّر کریں۔ آپ دنیوی قوت کی بجائے اسلام کی روحانی قوت حاصل کرنے کی کوشش کریں جسکی اساس مخلوقِ خدا کی خدمت کا سچا جذبہ اور عزم ہے۔ ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے نقطۂ نگاہ کو کلیۃً تبدیل کر لیں۔ ہمیں پھر قرآن مجید کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی کرنی چاہیئے کیونکہ اسلام کا اصل پاکیزہ مفہوم یہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے تسامح اور رواداری کا سلوک کیا جائے۔ اسوقت نظر آ رہا ہے کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو بھول کر جوش اور ہنگامہ آرائی کی پیروی کر رہے ہیں، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ گویا وہ دنیا کے رہنما بننے کے لئے مادی طاقت کے طلبگار ہیں اور گویا پھر وہ روشن ضمیری سے محروم ہیں۔

یہ درست ہے کہ مسلمانوں میں نیک اور اعلیٰ قابلیتوں کے مالک لوگ موجود ہیں مگر وہ تعداد میں تھوڑے ہیں شور و شغب کرنیوالوں کے طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سچ یہی ہے کہ اسلام ایک کھلی کتاب ہے اور ہر شخص کو اسکے پڑھنے کا اور اس سے سبق حاصل کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کا

سیکھنا ہم سب پر فرض قرار دیا ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ اور اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ۔ آنحضرتؐ کے واضح ارشادات ہیں۔ لیکن اگر ہم دل میں سوچیں تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ اب ہم نے دینی اور دنیوی علوم سے انتہائی بے پروائی اختیار کر رکھی ہے۔ ہم آج جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں اور یورپ اوّلین مسلمانوں کی بنیادوں پر اپنے علوم کی عمارت قائم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر قسم کے خزانے بخشے ہیں لیکن انکو مسلمانوں اور انسانیت کے فائدہ میں لگانے کیلئے ہمیں علوم سیکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ مجھے اس صاف گوئی کے لئے معاف فرمائیں کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اسوقت صاف گوئی اور جرأت سے بات کرنیکی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں میں پھر نئی بیداری پیدا ہو اور وہ اس بڑی ذمہ داری کو ادا کریں جو اسلام اور عالم اسلامی کیلئے ان پر عائد ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ راہِ خدا میں اور عقیدہ و بصیرت کے مطابق عمل کرنیکی قوتوں کی آبیاری کرینگے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ تمام دینی اور دنیوی علوم کا حصول اپنا نصب العین قرار دے۔ خدا نے ہمیں مواد اور خزانے بخشے ہیں لیکن ان سے فائدہ اٹھانے کیلئے ہم بیرونی ملکوں سے ماہر منگوانے کے محتاج ہیں کیا آپ نے کبھی اسکے سبب پر بھی غور کیا ہے؟ یقیناً ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام نئے علوم میں مہارت تامہ حاصل کریں تا اللہ کی بخشی ہوئی طبعی ثروت کے خزانوں سے اپنی قوم کو مستفید کر سکیں اور ان خزانوں کو اسلام کی خدمت میں لگا سکیں۔

ہماری مصیبت کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم تفریق، گفتگوؤں، عدم رواداری اور فرقہ بندی میں الجھے رہتے ہیں ہمارے اندر ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو خدائی تائید سے اسلامی تعلیمات کو پھر قائم کرے اور جسکا مقصد خدمتِ اسلام ہو۔ ہمیں اس فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اس سے پورا فائدہ اٹھا کر ان علوم کو سیکھنا چاہیئے جو خدا نے انسان کے فائدہ کے لئے ایجاد فرمائے ہیں۔

آپ حضرات نے مجھے قائدِ اعظم کا جانشین کے خطاب سے سرفراز کیا ہے لیکن میں اخفاءِ حقیقت کا مجرم ہونگا اگر یہ نہ کہوں کہ آج پاکستان میں اس قوتِ ایجاد و تدبّر اور قوتِ نشاط و عمل کا مالک کوئی شخص موجود نہیں جیسے قائداعظم مرحوم تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستانیوں کو ان نیک صفات کی پیروی کی توفیق بخشے۔ میں اپنی طرف سے مقدور بھر اپنی قوم کی خدمت کرتا ہوں اور اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے میرے اندر یہ جذبۂ خدمت پیدا فرمایا ہے۔

بلادِ عربیہ سعودیہ کی اس زیارت نے مجھے مسرت سے بھر دیا ہے مجھے پوری امید ہے کہ یہ ملک شاہِ معظم عبدالعزیز بن سعود کی زیرِ قیادت جلد تر ترقی کر جائیگا عمل ہر کامیابی کا راز ہے مسلمان عقلی اور مادی عزلت میں زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ عرب کو روحانی نعمتوں اور مادی عطیات سے سرفراز فرمایا ہے ہمیں روحانی شریعت کے احکام کی تعمیل کرنی چاہیئے اور مادی مواہب سے استفادہ کیلئے علم اور عمل کو خضرِ راہ بنانا چاہیئے۔ ہم رواداری، انکساری، عملِ پیہم، دماغی توازن، اور عمدہ اخلاق کی بنا پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیں خیر و برکت کی طرف گامزن ہونے کی توفیق بخشے۔

جن لوگوں کو خوش قسمتی سے اس مقدس شہر میں بسنے کی سعادت حاصل ہوئی ان سے میری آخری درخواست یہ ہے کہ وہ جب بھی بیت اللہ میں نماز پڑھیں تو ہر ملک کے مسلمانوں کی ترقی کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی محبت بخشے اور انہیں رواداری، رغبتِ عمل، علمی شوق اور مسلمانوں اور عام مخلوق کی خدمت کی ہر رنگ میں توفیق بخشے۔ میں ہمیشہ سے یہ دعائیں کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ کل مدینہ منورہ جا کر پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کروں گا اور تمام مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی کے لئے دعا کروں گا۔

”جماعتِ احمدیہ نے قیامِ پاکستان کیلئے قائدِ اعظم مرحوم کی ہر ممکن امداد کی تھی!“

موجودہ تحریک محض ایک سیاسی تحریک ہے!!

قاہرہ کے ہفت روزہ رسالہ ”المصوّر“ کا دلچسپ بیان!!!

گذشتہ دنوں مصری صحافت کے نامور ایڈیٹر پاکستان میں صحافی دورہ پر آئے تھے۔ مشہور ترین ہفت روزہ ”المصوّر“ قاہرہ کی شہرۂ آفاق مضمون نگار السیّدۃ امینۃ السعید نے اپنے ایک مضمون میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف سیاسی تحریک کے بارے میں اپنے تأثرات قلمبند کئے ہیں۔ اس عربی مضمون کا اہم حصہ حسبِ گنجائش مع ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ——— (ایڈیٹر)

”عندما وصلنا الى ”راولبندی“ بعد رحلة شاقة استغرقت تسع ساعات، وجدناها عامرة بالجماهير التى نمى اليها خبر وصول البعثة الصحفية المصرية فتجمع الناس عند القطار، ليسمعوا رأيهم فى ”القاديانية“ او ”المذهب الاحمدى“ كما يسمى هنا.

وقد بدأ العصيان سافرا عندما ذهبت الى كراتشى بعثة من خمسة رجال ليطلبوا الى السلطة الحاكمة عزل الاحمديين جميعا۔ و على رأسهم السيد ظفر الله خان۔ من الوظائف الحكومية واعتبار أهل هذه الطائفة اقلية كالمسيحيين والهندوس والبارس بحجة انهم لا يمتون الى الاسلام بصلة من الصلات، ماداموا قد أنكروا أن محمداً خاتم الانبياء!

وقد امهلت البعثة الحكومة اياما حددتها، فلما انقضت المهلة ولم يجب طلبهم، اعلنوا العصيان المدنى فى انحاء البلاد كلها، فقامت المظاهرات، واغلقت الحوانيت، وتعطلت وسائل المواصلات

.. ولكن الحكومة الباكستانية وقفت لاصحاب الفتنة بالمرصاد فقبضت على رؤوسهم المحركة كلها، فخمدت نيران الثورة مؤقتا..

والحقيقة ان هذه الحركة التى قامت فى وجودنا بالعاصمة الباكستانية وصحبتنا فى طوافنا بمختلف المناطق، قد اثارت فى نفسى دهشة عظيمة، وذلك لان المذهب ”القاديانى“ او ”الاحمدى“ بدأ منذ مائة عام تقريبا، وعاش معتنقوه منذ ذلك العهد الى الآن فى حرية وسلام، وكان شأنهم فى ذلك شأن المذاهب الاخرى الموجودة هنا كالسنية و الشيعية والاسماعيلية والوهابية والبهائية فلماذا تثور النفوس عليهم الآن؟! وما هو السر الحقيقى فى المطالبة بطردهم من الوظائف واعتبارهم اقلية غير اسلامية؟

وقد قمت بتحريات كثيرة فى هذا الموضوع وتحدثت الى رجال من مختلف الاحزاب السياسية

ة الاجتماعية، فتبين لى أن الحركة القائمة حركة سياسية بحتة، وان المحركين لها ليسوا من أصدقاء الباكستان، وهو فهم الحقيقى أبعد بكثير مما يبدو فى الظاهر، والحكومة تعرف هذه الحقيقة كل المعرفة، ولا تخفى عليها دسائس الايدى التى تعمل فى الظلام، ولذلك لم تتوان عن أخذ المسئولين عن الفتنة بالشدة.

وقد تحدثت فى ذلك الى سياسى كبير عرف بنزاهة رأيه وبعده عن الغايات، فقال بعد أن طلب عدم ذكر اسمه: "قد يدهشك أن تقوم الحركة ضد هيئة اسلامية لا يزيد عددها عن ثلاثة ارباع مليون، وان تختص بالثورة كلها، فصحيح أن فى الباكستان ملايين من السنيين والشيعيين والاسماعيليين و لوهابيين، ولكل منهم آراء تختلف مع آراء الآخرين ..

ولكى أفسر لك الموقف بوضوح يجب ان أعود بتاريخ القاديانيين الى الوراء سنوات، يوم قام القائد الاعظم محمد على جنه بالدعوة الى انشاء دولة الباكستان .. فيومئذ وقف الاحمديون معه قلبا وقالبا، وايدوه بكل ما يملكون من اسباب الجهاد، وكانوا له عونا حتى تحققت الفكرة، و اثمرت ثمرتها المرجوة. وفى خلال هذه الفترة كان فى شبه القارة الهندية فريق اسلامى آخر هو "جماعة الاحرار" لم يكن التقسيم من رأيهم، فعارضوا جنه وحاربوه فى دعوته .. فلما تم التقسيم رغم أنوفهم، القوا سلاحهم وانضموا الينا، وانتقل معظمهم الى الباكستان، وان كان زعيمهم ما زال الى اليوم فى الهند.. ومنذ انشاء الباكستان الى اليوم والعداء السياسى مستحكم بين "الاحرار" و"الاحمديين" الذين هم المحركون الحقيقيون للفتنة الحاضرة".

قلت: "ولماذا لم يلجأ الاحرار الى محاربة غرمائهم قبل الآن؟ ولماذا اختاروا هذا الوقت بالذات لافراغ احقادهم القديمة بنشر العصيان؟"

قال: "ان الاجابة على هذا السؤال تتطلب التدرج مع الامور، فان قيام دولة الباكستان فجأة، وفى الظروف التى دعت اليها، وحرصنا البالغ على ان يبدأ الوطن الجديد بداية قوية حسنة، جعلنا نعتمد فى الوظائف الكبيرة على خبرة الاكفاء من المفكرين والمتعلمين ولان "الاحمديين" مثقفون جدا، فقد تولوا مناصب كثيرة هامة لم ينجح "الاحرار" فى الحصول عليها، لجهلهم من ناحية، ولما منيهم فى محاربة الدولة من ناحية اخرى".

ترجمہ :- جب ہم نو گھنٹے کی لمبی مسافت کے بعد راولپنڈی پہنچے تو چونکہ وہاں پر مصری صحافی وفد کی آمد کی خبر پہنچ چکی تھی

اسلئے لوگ بڑی کثرت سے ساتھ گاڑی پر پہنچ گئے تاکہ قادیانیت یا احمدی مذہب کے بارے میں ہمیں اپنی رائے سے مطلع کریں

ملک میں لاقانونیت کا آغاز اس طرح ہوا کہ پہلے پانچ آدمیوں کی ایک کمیٹی کراچی گئی جس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام احمدیوں کو جن میں چودھری ظفر اللہ خان بھی شامل ہیں تمام حکومتی عہدوں سے علیحدہ کر دیا جائے نیز انہیں عیسائیوں، ہندوؤں اور پارسیوں کی طرح ایک علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ احمدیوں کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منکر ہیں۔ اس کمیٹی نے حکومت کو چند دن کی مہلت دی۔ جب حکومت پاکستان نے یہ مطالبات منظور نہ کئے اور مدت مقررہ گذر گئی تو ملک کے تمام اطراف میں سول نافرمانی کا اعلان کر دیا گیا۔ مظاہرے ہوئے۔ دکانیں بند کی گئیں اور وسائل آمد و رفت میں تعطل پیدا ہو گیا۔ چونکہ حکومت پاکستان فتنہ پرور اصحاب کی حرکات سے پوری طرح آگاہ تھی اسلئے اُس نے اس فتنہ کے لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور اس طرح وقتی طور پر بغاوت کی آگ فرو ہو گئی۔

یہ واقعہ ہے کہ جب ہم دارالسلطنت پاکستان (کراچی) میں تھے تو اس تحریک کا آغاز ہوا اور ملک کے مختلف اطراف میں ہمارے ساتھ ساتھ یہ تحریک بھی چکر لگاتی رہی۔ اس تحریک پر مجھے بہت حیرت تھی کیونکہ قادیانی مذہب یا احمدیہ جماعت تو قریباً سو سال سے قائم ہے اور آج تک اس عقیدہ کے لوگ آزادی اور سلامتی سے بستے رہے ہیں اور ان کی حیثیت مسلمانوں کے دوسرے فرقوں سُنی، شیعہ اور وہابی وغیرہم کی طرح ہے۔ مجھے حیرت تھی کہ خاص طور پر ان دنوں میں احمدیوں کے خلاف طبائع میں کیوں اشتعال پیدا ہو گیا ہے نیز یہ کہ انہیں عہدوں سے معزول کئے جانے اور اقلیتِ غیر مسلمہ قرار دینے کے مطالبہ کا حقیقی راز کیا ہے؟ اِس سلسلہ میں مَیں نے بہت جستجو کی اور بہت سے سیاسی اور اجتماعی جماعتوں کے لیڈروں سے بات چیت کی۔ آخر کار مجھ پر واضح ہو گیا کہ موجودہ ایجی ٹیشن خالص سیاسی تحریک ہے اور اس ایجی ٹیشن کے محرک دراصل پاکستان کے دوست نہیں ہیں اور ان کا حقیقی مقصد اس سے بہت مختلف ہے جیسا کہ ظاہر میں نظر آتا ہے اور حکومت کو اس کا پورا پورا علم ہے۔ وہ بخوبی جانتی ہے کہ اندھیرے میں کونسے ہاتھ یہ تاریں ہلا رہے ہیں اسلئے حکومت نے اس فتنہ کے ذمہ داروں پر سختی سے گرفت کرنے میں [illegible] نہیں برتی۔

اِس بارے میں مَیں نے پاکستان کے ایک بہت بڑے سیاستدان سے گفتگو کی جو اپنی آزادانہ رائے اور ذاتی اغراض سے بالا ہونے میں معروف ہے اُس نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا نام ظاہر نہ کیا جائے مجھے بتایا کہ "بیشک تم ایک ایسی چھوٹی سی مسلم جماعت (جس کی تعداد سات آٹھ لاکھ سے زیادہ نہیں) کے خلاف اِس تحریک کو دیکھکر دہشت زدہ ہو گے خصوصاً اسلئے کہ جب پاکستان میں کروڑوں سُنی، شیعہ، آغاخانی اور وہابی موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف آراء رکھتا ہے تو یہ شور و شر اور ہنگامہ صرف احمدیوں کے خلاف ہی کیوں ہے؟ اسلئے میں اس جگہ حالات کو پوری وضاحت کے لئے بتاتا ہوں کہ اس کے لئے قادیانیوں کی [illegible]

چند سالوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جب قائدِ اعظم محمد علی جناح نے پاکستان بنانے کی تحریک شروع فرمائی تھی۔ اس وقت جماعت احمدیہ جان و دل سے قائدِ اعظم مرحوم کے دوش بدوش کھڑی ہوئی اور اس جہاد میں اس نے قائد اعظم کی پوری پوری تائید کی اور وہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے تک ہر طرح ان کی مددگار رہی اس زمانہ میں برِّ عظیم ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت "احرار" کے نام سے موجود تھی وہ لوگ تقسیم ہند یعنی پاکستان بننے کے مخالف تھے۔ انہوں نے مسٹر جناح کا مقابلہ کیا اور اُن کی دعوت کی پورے زور سے مخالفت کی۔ لیکن جب ان کی مرضی کے خلاف پاکستان بن گیا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ اگرچہ احرار کا لیڈر اب تک بھارت میں ہے تاہم ان کی اکثریت پاکستان میں آگئی۔ پاکستان بننے کے دن سے لیکر آج تک جماعت احمدیہ اور احراریوں میں شدید دشمنی ہے جو موجودہ فتنہ کے حقیقی محرک ہیں۔

(مضمون نگار لکھتی ہیں) میں نے دریافت کیا کہ اگر یہ بات ہے تو احرار نے اپنے مخالفوں سے اس سے پہلے کیوں معاملہ نہیں نپٹایا؟ اور خاص طور پر اس وقت اپنے دیرینہ بغض و کینہ کے نکالنے کے لئے سول نافرمانی کو کیوں ذریعہ بنایا؟ (اس لیڈر نے جواب دیا کہ) اس سوال کے جواب کے لئے بعض امور کا سلسلہ وار بیان کرنا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان کا قیام غیر متوقع طور پر ہوا ہے۔ ان حالات کا تقاضا تھا کہ ہم اپنی پوری کوشش سے اپنے وطن جدید کی ابتداء مضبوط حالات سے کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم نے ذمہ دارانہ عہدے دینے میں سمجھدار اور تعلیمیافتہ لوگوں کی قابلیت پر دارومدار رکھا اور چونکہ احمدی بہت زیادہ تعلیمیافتہ اور مہذب تھے اسلئے ان کو بہت سے ذمہ داری کے منصب سپرد کئے گئے اور احراریوں کو ان عہدوں کے حاصل کرنے میں ناکامی حاصل ہوئی۔ ایک تو اس لئے کہ وہ تعلیمیافتہ نہ تھے اور دوسرے اس لئے کہ وہ ماضی میں پاکستان بننے کی مخالفت کرتے رہے تھے۔"

المصوّر۔ قاہرہ

۱۰ اپریل ۱۹۵۳ء

احباب سے ضروری درخواست

جن دوستوں کے ذمہ الفرقان کا چندہ واجب الادا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اس کا چندہ بہت جلد ادا فرما دیں نیز الفرقان کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرمادیں۔ الفرقان کے زیادہ مفید بنانے کے لئے ہر تجویز پر پورا غور کیا جائے گا، آپ بھی اپنی تجاویز سے مطلع فرما دیں۔

(مینیجر)

(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری نے خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا سے چھپوا کر دفتر الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ سے شائع کیا)